ماہنامہ

اشراق

لاہور

جولائی ۲۰۱۶ء

زیر سرپرستی

جاوید احمد غامدی

”اسلام کا مقصد ہی تطہیر اخلاق ہے۔ اُس میں داخل ہونے کے بعد بھی کوئی شخص اگر دوسروں کو لعن طعن کرتا ہے یا بد خلق اور فحش گو ہے تو اِس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ در حقیقت اسلام میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اُس کے لیے اسلام محض ایک نام ہے جو اُس نے اپنے لیے اختیار کر لیا ہے۔“

—— معارف نبوی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

المورد

فہرست

اس شمارے میں

اس شمارے میں	نعیم احمد	۴

قرآنیات

البیان: النحل ۱۶: ۸۴-۹۰ (۶)	جاوید احمد غامدی	۵

معارف نبوی

بہترین مسلمان	جاوید احمد غامدی / محمد عامر گزدر	۹
ایمان و اسلام کے منافی (۱)	جاوید احمد غامدی / محمد عامر گزدر	۱۹
وراثت میں تحائف کی واپسی	معز امجد / شاہد رضا	۳۳

سیر و سوانح

حضرت مالک بن زمعہ رضی اللہ عنہ	محمد وسیم اختر مفتی	۳۷

مقالات

قرآن قطعی الدلالت ہے	امام حمید الدین فراہی	۴۱
حروف مقطعات	مولانا بدر الدین اصلاحی	۴۳

ادبیات

غزل	جاوید احمد غامدی	۴۹

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نعیم احمد

''قرآنیات'' میں حسب روایت جاوید احمد غامدی صاحب کا ترجمۂ قرآن ''البیان'' شائع کیا گیا ہے۔ یہ قسط سورۂ نحل کی آیات ۸۴-۹۰ کے ترجمہ اور حواشی پر مشتمل ہے۔ان آیات میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں حق کی تبلیغ اور اتمام حجت کے لیے اپنے رسول بھیجے۔ قیامت کے دن وہ ان سے گواہی دلوا دے گا کہ اللہ کا پیغام انھوں نے لوگوں تک پہنچا دیا۔ یہی حیثیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی بھی ہے اور اسی مقصد کے لیے اللہ نے آپ پر یہ کتاب اتاری ہے۔

''معارف نبوی'' کے تحت تین مضامین شامل اشاعت ہیں۔ جاوید احمد غامدی صاحب کے پہلے مضمون ''بہترین مسلمان'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا ذکر ہے کہ بہترین مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ جاوید احمد غامدی صاحب کے دوسرے مضمون ''ایمان واسلام کے منافی'' میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جس میں شر پایا جائے، یعنی اس کے ہمسایے اس سے محفوظ نہ ہوں۔ اسی سیکشن کے تحت معز امجد صاحب کے مضمون ''وراثت میں تحائف کی واپسی'' میں کسی کو دیے جانے والے تحائف اور اس کی وفات کے بعد وراثت میں ان کے واپس ملنے کا ذکر ہے۔

''سیر وسوانح'' کے تحت محمد وسیم اختر مفتی صاحب کے مضمون میں جلیل القدر صحابی حضرت مالک بن زمعہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی حالات، قبول اسلام، ہجرت اور ایمان کے بعد کی زندگی کا ذکر ہے۔

''مقالات'' کے تحت امام حمید الدین فراہی صاحب کے مضمون میں بیان ہوا ہے کہ قرآن قطعی الدلالت ہے اور مختلف معانی کا احتمال محض ہمارے قلت علم و تدبر کا نتیجہ ہے۔ اسی کے تحت مولانا بدر الدین اصلاحی صاحب کے مضمون ''حروف مقطعات'' میں ذکر ہے کہ حروف مقطعات کی قراءت عام حروف سے ہٹ کر ہوتی ہے، یعنی یہ حروف الگ الگ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھے جاتے ہیں۔ مثلاً 'الٓمٓ' کو الف، لام، میم پڑھیں گے۔ اس لیے ان کو ''مقطعات'' کہا جاتا ہے۔

''ادبیات'' میں جاوید احمد غامدی صاحب کی ایک غزل شائع کی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ النحل

(۶)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وَيَوۡمَ نَبۡعَثُ مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيۡدًا ثُمَّ لَا يُؤۡذَنُ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَلَا هُمۡ يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ﴿۸۴﴾
وَاِذَا رَاَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الۡعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمۡ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَا
رَاَ الَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا شُرَكَآءَهُمۡ قَالُوۡا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيۡنَ كُنَّا نَدۡعُوۡا

یہ اُس دن کو یاد رکھیں، جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے۔[۵۷] پھر جن لوگوں نے انکار کیا ہوگا،[۵۸] اُنھیں نہ (کوئی عذر پیش کرنے کی)[۵۹] اجازت دی جائے گی اور نہ اُن سے یہ فرمایش ہوگی کہ وہ خدا کو راضی کر لیں۔[۶۰] اور جو (اِس) ظلم کے مرتکب ہوئے، وہ جب (ایک مرتبہ) عذاب کو دیکھ لیں گے تو وہ نہ اُن سے ہلکا ہوگا اور نہ اُنھیں مہلت دی جائے گی۔ اور شرک کرنے والے (اُس دن)، جب اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار، یہی ہیں

۵۷؎ اِس سے وہ امتیں مراد ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بھیجے تھے۔ یہی رسول قیامت کے دن اُن پر گواہی کے لیے اٹھائے جائیں گے۔

۵۸؎ یعنی رسولوں کی طرف سے اتمام حجت کے بعد جانتے بوجھتے انکار کیا ہوگا۔

۵۹؎ جملے کا یہ حصہ آیت میں بربنائے قرینہ حذف کر دیا گیا ہے۔

مِنْ دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِنِ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى

ہمارے وہ شریک جنھیں ہم تجھ کو چھوڑ کر پکارتے رہے ہیں۔[61] اِس پر (اُن کے) وہ (معبود) اُن کی بات اُنھی پر پھینک ماریں گے کہ تم بالکل جھوٹے ہو۔ اُس دن وہ خدا کے آگے سپر ڈال دیں گے اور جو افترا وہ کرتے رہے تھے،[62] وہ سب اُن سے ہوا ہو جائے گا۔ جنھوں نے (خود بھی) انکار کیا اور (دوسروں کو بھی) خدا کی راہ سے روکتے رہے، اُن کے اِس فساد کی پاداش میں ہم اُن کے عذاب پر عذاب بڑھا دیں گے۔[63] ۸۴-۸۸

یہ اُس دن کو یاد رکھیں، جس دن ہم ہر امت میں ایک گواہ خود اُنھی کے اندر سے اُن پر اٹھائیں گے اور تمھیں، (اے پیغمبر، تمھاری قوم کے) اِن لوگوں پر گواہی کے لیے لا کھڑا کریں گے۔ (اِس سے پہلے) یہ کتاب ہم نے ہر چیز کو کھول دینے کے لیے تم پر نازل کر دی ہے، ہدایت و رحمت کے طور پر[64] اور

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۶۰ اِس لیے کہ رسولوں کی طرف سے اتمام حجت کے بعد اِس طرح کی کوئی گنجایش باقی نہیں رہتی۔

۶۱ مشرکین یہ بات اپنے آپ کو بری ٹھیرانے کے لیے کہیں گے تاکہ اصلی مجرم اُنھی کو سمجھا جائے جن کے سبب سے وہ گمراہ ہوئے۔ آگے شرکا کے جواب میں جو تلخی ہے، اُس کا اصل رخ اِسی سے واضح ہوتا ہے۔

۶۲ یہاں شرک کو افترا سے تعبیر فرمایا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کے لیے خدا کی کوئی سند نہ ہو، اُسے خدا سے منسوب کرنا صریح افتراءعلی اللہ ہے۔

۶۳ یعنی اُن کی گمراہی کی سزا بھی دیں گے اور جن کو گمراہ کرتے رہے، اُن کی گمراہی کا عذاب بھی اُنھیں پہنچائیں گے۔ چنانچہ گمراہوں کو جو عذاب ہوگا، اُس کا دگنا عذاب اُن لوگوں کو ملے گا جو گمراہی کی قیادت کرتے رہے۔

۶۴ یعنی آغاز کے لحاظ سے ہدایت اور انجام کے لحاظ سے رحمت کے طور پر۔

لِلْمُسْلِمِیْنَ﴿۸۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴿۹۰﴾

فرماں برداروں کی بشارت کے لیے۔ حقیقت یہ ہے کہ (اِس میں تو) اللہ عدل اور احسان اور قرابت مندوں کو دیتے رہنے کی ہدایت کرتا ہے اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے روکتا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاددہانی حاصل کرو۔[۶۵] ۸۹-۹۰

۶۵؎ یہ عظیم آیت قرآن کے تمام اوامر ونواہی کا خلاصہ ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''...قرآن جن باتوں کا حکم دیتا ہے، اُن کی بنیادیں بھی اِس میں واضح کر دی گئی ہیں اور جن چیزوں سے روکتا ہے، اُن کی اساسات کی طرف بھی اِس میں اشارہ ہے۔ تمام قرآنی اوامر کی بنیاد عدل، احسان اور ذوی القربیٰ کے لیے انفاق پر ہے اور اُس کی منہیات میں وہ چیزیں داخل ہیں جن کے اندر فحشا، منکر اور بغی کی روح فساد پائی جاتی ہے۔ یہاں اِس کا حوالہ دینے سے مقصود اُن لوگوں کو متنبہ کرنا ہے جو قرآن کی مخالفت میں اپنا ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے تھے تاکہ وہ سوچیں کہ جس چیز کی وہ مخالفت کر رہے ہیں، اُس کی تعلیم کیا ہے اور اُس کی مخالفت سے کس عدل وخیر کی مخالفت اور کس شر وفساد کی حمایت لازم آتی ہے۔'' (تدبر قرآن ۴/۴۳۸)

خیر وشر کی جو اساسات اِس آیت میں بیان ہوئی ہیں، وہ بالکل فطری ہیں۔ لہٰذا خدا کے دین میں بھی ہمیشہ مسلم رہی ہیں۔ تورات کے احکام عشرہ اِنھی پر مبنی ہیں اور قرآن نے بھی، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اپنے تمام اخلاقی احکام میں اِنھی کی تفصیل کی ہے۔

پہلی چیز جس کا آیت میں حکم دیا گیا ہے، وہ عدل ہے۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ جس کا جو حق واجب کسی پر عائد ہوتا ہے، اُسے بے کم وکاست اور بے لاگ طریقے سے ادا کر دیا جائے، خواہ صاحب حق کمزور ہو یا طاقت ور اور خواہ ہم اُسے پسند کریں یا ناپسند۔

دوسری چیز احسان ہے۔ یہ عدل سے زائد ایک چیز اور تمام اخلاقیات کا جمال وکمال ہے۔ اِس سے مراد صرف یہ نہیں کہ حق ادا کر دیا جائے، بلکہ مزید براں یہ بھی ہے کہ ہم دوسروں سے باہمی مراعات اور فیاضی کا رویہ اختیار کریں۔ اُن کے حق سے اُنھیں کچھ زیادہ دیں اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہو جائیں۔ یہی وہ چیز ہے جس سے معاشرے میں محبت ومودت، ایثار واخلاص، شکر گزاری، عالی ظرفی اور خیر خواہی کی قدریں نشوونما پاتی اور زندگی میں

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

لطف وحلاوت پیدا کرتی ہیں۔

تیسری چیز قرابت مندوں کے لیے انفاق ہے۔ یہ احسان ہی کی ایک نہایت اہم فرع ہے اور اُس کی ایک خاص صورت متعین کرتی ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ قرابت مند صرف اِسی کے حق دار نہیں ہیں کہ اُن کے ساتھ عدل و انصاف کا رویہ اختیار کیا جائے، بلکہ اِس کے بھی حق دار ہیں کہ لوگ اپنے مال پر اُن کا حق تسلیم کریں، اُنھیں کسی حال میں بھوکا ننگا نہ چھوڑیں اور اپنے بال بچوں کے ساتھ اُن کی ضرورتیں بھی جس حد تک ممکن ہو، فیاضی کے ساتھ پوری کرنے کی کوشش کریں۔

اِن کے مقابلے میں بھی تین ہی چیزیں ہیں جن سے اِس آیت میں روکا گیا ہے۔

پہلی چیز 'فَحْشَآء' ہے۔ اِس سے مراد زنا، اغلام اور اِن کے متعلقات ہیں۔

دوسری چیز 'مُنْکَر' ہے۔ یہ معروف کا ضد ہے۔ یعنی وہ برائیاں جنھیں انسان بالعموم برا جانتے ہیں، ہمیشہ سے برا کہتے رہے ہیں اور جن کی برائی ایسی کھلی ہوئی ہے کہ اِس کے لیے کسی استدلال کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مذہب وملت اور تہذیب وتمدن کی ہر اچھی روایت میں اُنھیں برا ہی سمجھا جاتا ہے۔ قرآن نے ایک دوسرے مقام پر اِس کی جگہ 'اِثْم' کا لفظ استعمال کر کے واضح کر دیا ہے کہ اِس سے مراد یہاں وہ کام ہیں جن سے دوسروں کے حقوق تلف ہوتے ہوں۔

تیسری چیز 'بَغْی' ہے۔ اِس کے معنی سرکشی اور تعدی کے ہیں۔ یعنی آدمی اپنی قوت، طاقت اور زور و اثر سے ناجائز فائدہ اٹھائے، حدود سے تجاوز کرے اور دوسروں کے حقوق پر، خواہ وہ حقوق خالق کے ہوں یا مخلوق کے، دست درازی کرنے کی کوشش کرے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

جاوید احمد غامدی
تحقیق و تخریج: محمد عامر گزدر

بہترین مسلمان

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ:[1] إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ؟[2] قَالَ: "مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ".[3]

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:[4] "الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ،[5] وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ".[6]

۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ:[7] سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "تَدْرُوْنَ مَنِ الْمُسْلِمُ؟" قَالُوا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: "مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ"، قَالَ: "تَدْرُوْنَ مَنِ الْمُؤْمِنُ؟" قَالُوا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: "مَنْ أَمِنَهُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ".

۴۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ:[8] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا،[9] وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ".[10]

۵۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ:[۱۱] جَاءَ فَتًى مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا"، قَالَ: فَأَيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَكْيَسُ؟ قَالَ: "أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا، وَأَحْسَنُهُمْ لَهُ اسْتِعْدَادًا قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ بِهِمْ، أُولٰئِكَ مِنَ الْأَكْيَاسِ"، ثُمَّ سَكَتَ الْفَتٰى.

٦۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْإِسْلَامِ[۱۲] خَيْرٌ؟ قَالَ: "تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ".[۱۳]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے پوچھا: بہترین مسلمان کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں[۱]۔

۲۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے لوگ سلامت رہیں اور مومن وہ ہے جس سے دوسرے لوگ اپنے جان و مال کے معاملے میں مامون ہوں[۲]۔

۳۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جانتے ہو، مسلمان کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں۔ پھر پوچھا: جانتے ہو، مومن کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جس سے ایمان والے اپنے جان و مال کے معاملے میں مامون ہوں۔

۴۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑھ کر کامل ایمان اُس شخص کا ہے جو لوگوں میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے بہتر اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ سب سے بڑھ کر نرمی اور شفقت سے پیش آنے والا ہو۔

۵۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، اُنھوں نے بیان کیا کہ انصار میں سے ایک نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو سلام کیا، پھر بیٹھ گیا اور پوچھا: یا رسول اللہ، ایمان والوں میں سب سے زیادہ فضیلت کس کی ہے؟ آپ نے فرمایا: جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ اُس نے پوچھا: اُن میں سے سب سے زیادہ دانش مند کون ہے؟ فرمایا: جو اُن میں سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والے اور اُس کے آنے سے پہلے اُس کی سب سے اچھی تیاری کرنے والے ہوں۔ یہی سب سے زیادہ دانش مند ہیں۔ اِس کے بعد نوجوان خاموش ہو گیا، اُس نے مزید کوئی بات نہیں پوچھی۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۶۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کس شخص کا اسلام سب سے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم ضرورت مند کو کھانا کھلاؤ اور ہر شخص کو سلام کہو، چاہے اُس کو جانتے ہو یا نہ جانتے ہو[۳]۔

ترجمے کے حواشی

۱۔یعنی نہ وہ کسی کی حق تلفی کرے اور نہ کسی کے جان و مال اور آبرو کے خلاف زیادتی کا مرتکب ہو۔ یہ دونوں چیزیں قرآن نے پوری صراحت کے ساتھ حرام قرار دی ہیں۔ چنانچہ کسی سچے مسلمان سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ اِن جرائم کا ارتکاب کرے گا اور اپنے کسی بھائی سے بدظن ہو گا یا اُس کی چغلی کھائے گا یا غیبت کرے گا یا اُس کا مال ہتھیانے اور اُس کے جسم و جان کو کوئی نقصان پہنچانے کے درپے ہو گا۔

۲۔یعنی سچا مسلمان اور سچا مومن۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے 'سلامتی' اور 'امان' کے الفاظ یہاں ایمان و اسلام کی رعایت سے استعمال فرمائے ہیں اور اِس طرح نہایت خوب صورتی کے ساتھ اِس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ خدا کو

ماننے اور اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر دینے کے بعد کوئی شخص اُس کے بندوں کو نقصان پہنچانے کے درپے نہیں ہوسکتا۔

۳۔ یعنی محض اپنے تعلق کے لوگوں ہی کے لیے نہیں، بلکہ ہر انسان کے لیے امن وامان اور سلامتی کے خواہش مند رہو۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن صحیح مسلم، رقم ۴۰ سے لیا گیا ہے۔ روایت کا یہ مضمون عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے علاوہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوا ہے۔ اِس مضمون کی روایات اِن صحابہ سے اسلوب وتعبیر کے کچھ فرق کے ساتھ جن کتابوں میں نقل ہوئی ہیں، وہ یہ ہیں:

مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۶۴۹۶، ۲۶۴۹۷۔ مسند احمد، رقم ۱۴۹۹۵۔ سنن دارمی، رقم ۲۷۵۴۔ صحیح بخاری، رقم ۱۱۔ صحیح مسلم، رقم ۴۰، ۴۲۔ سنن ترمذی، رقم ۲۵۰۴، ۲۶۲۸۔ مسند بزار، رقم ۳۱۷۰، ۳۱۷۱۔ سنن نسائی، رقم ۴۹۹۹۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۷۲۷۳، ۷۲۸۶، ۷۲۸۸۔ صحیح ابن حبان، رقم ۱۹۷، ۴۰۰۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۲۱۰۶۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۴۶-۱۴۸۔ مستخرج ابی نعیم، رقم ۱۵۶، ۱۵۸۔ مسند احمد، رقم ۶۸۸۹۔ سنن دارمی، رقم ۲۷۵۸۔ صحیح مسلم، رقم ۴۱۔ صحیح ابن حبان، رقم ۳۹۹۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۲۰۷۵۶۔ مسند احمد، رقم ۶۵۱۵، ۶۸۰۶، ۶۹۱۲، ۶۹۵۳، ۶۹۸۲، ۶۹۸۳، ۷۰۸۶۔ صحیح بخاری، رقم ۱۰، ۶۴۸۴۔ سنن ابی داؤد، رقم ۲۴۸۱۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۴۹۹۶۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۸۶۴۸۔ صحیح ابن حبان، رقم ۱۹۶، ۲۳۰۔ المعجم الصغیر، طبرانی، رقم ۴۶۰۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۳۵۹۸، ۴۲۳۱، ۷۷۳۳۔ مسند شہاب، رقم ۱۲۶۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۲۰۷۵۵۔ مسند حمیدی، رقم ۶۰۶، ۶۰۷۔

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

۲۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت، مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۶۴۹۶ میں یہاں یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں: 'جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ أَفْضَلُ؟' ''ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا: اللہ کے رسول، مسلمانوں میں بہترین کون ہے؟''۔ سنن ترمذی، رقم ۲۵۰۴ میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں: 'سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ أَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ أَفْضَلُ؟' ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے دریافت کیا گیا کہ مسلمانوں میں سب سے بہتر کون ہے؟'' بعض روایتوں، مثلاً صحیح بخاری، رقم ۱۱ میں یہاں 'أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ؟' ''مسلمانوں میں سب سے افضل کون ہے؟'' کے بجائے 'أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟' ''کس شخص کا اسلام سب سے بہتر ہے؟'' کے الفاظ بھی نقل ہوئے ہیں۔

۳۔ بعض روایات، مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۶۴۹۷ میں بیان ہوا ہے کہ کسی موقع پر ایک شخص کھڑا ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کس شخص کا اسلام سب سے بہتر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: 'أَنْ يَسْلَمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ يَدِكَ وَلِسَانِكَ' ''یہ کہ دوسرے مسلمان تمھارے ہاتھ اور تمھاری زبان سے محفوظ رہیں''۔ جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'أَسْلَمُ الْمُسْلِمِينَ إِسْلَامًا مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ' ''وہ شخص سب سے بڑھ کر مسلمان ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں'' (صحیح ابن حبان، رقم ۱۹۷)۔

۴۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۸۹۳۱ سے لیا گیا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس تعبیر پر مشتمل روایتیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہیں۔ اِن صحابہ سے یہ مرویات جن مصادر میں نقل ہوئی ہیں، وہ یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۸۹۳۱۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۹۳۴۔ سنن ترمذی، رقم ۲۶۲۷۔ مسند بزار، رقم ۸۹۴۱۔ سنن نسائی، رقم ۴۹۹۵۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۴۱۸۷۔ صحیح ابن حبان، رقم ۱۸۰۔ مستدرک حاکم، رقم ۲۲۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۱۰۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۵۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کسی موقع پر ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مسلمانوں میں بہترین کون ہے؟ آپ نے فرمایا: 'مَنْ سَلَّمَ النَّاسَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ' ''جس نے لوگوں کو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے محفوظ رکھا ہو'' (جامع ابن وہب، رقم ۳۰۳)۔

۶۔ مسند بزار، رقم ۸۹۴۱ میں یہاں 'أَمْوَالِهِمْ' کی ترکیب 'دِمَائِهِمْ' پر مقدم بیان ہوئی ہے۔ جبکہ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۹۳۴ میں یہاں یہ الفاظ ہیں: 'أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ' ''اپنے مال اور اپنی جانوں''۔

۷۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۶۹۲۵ سے لیا گیا ہے۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے علاوہ اِس مضمون کی روایات فضالہ بن عبید انصاری اور ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہما سے بھی نقل ہوئی ہیں، جن کے مراجع یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۶۹۲۵، ۷۰۱۷، ۲۳۹۵۸۔ مسند بزار، رقم ۳۷۵۲۔ صحیح ابن حبان، رقم ۴۸۶۲۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۴۰۰، ۷۹۶، ۳۴۴۴، ۳۴۶۲۔

۸۔ اِس روایت کا متن مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۳۱۹ سے لیا گیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ یہ مضمون ابو ہریرہ، جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی نقل ہوا ہے۔ اِس روایت کے مراجع یہ ہیں: مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۳۱۸، ۲۵۳۱۹، ۲۵۳۲۱، ۳۰۳۷۰، ۳۰۳۷۱، ۳۰۳۹۳۔ مسند احمد، رقم ۷۴۰۲، ۱۰۱۰۶، ۱۰۸۱۷، ۳۰۳۶۹۔ سنن دارمی، رقم ۲۸۳۴۔ سنن ابی داؤد، رقم ۴۶۸۲۔ سنن ترمذی، رقم ۱۱۶۲۔ مسند حارث، رقم ۸۴۸۔ مسند بزار، رقم ۹۴۵۷۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۹۲۶۔ صحیح ابن حبان، رقم ۴۷۹، ۴۱۷۶۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۴۴۲۰۔ مستدرک حاکم، رقم ۱، ۲، ۸۶۲۳۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۲۰۷۸۳۔

۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۳۱۸ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہاں یہ الفاظ منقول ہیں: 'أَکْمَلُ النَّاسِ إِیْمَانًا وَأَفْضَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ إِیْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا' ''لوگوں میں ایمان کے لحاظ سے درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے اور ایمان والوں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اخلاق کے اعتبار سے اُن میں سب سے اچھے ہیں''۔ جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق کسی موقع پر آپ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ 'أَيُّ الْمُؤْمِنِیْنَ أَکْمَلُ إِیْمَانًا؟' ''مسلمانوں میں کس کا ایمان درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہے؟'' جس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا: 'أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا' ''وہ جو اُن میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہیں''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۰۳۹۳)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۱۰۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۴۴۲۰ میں یہاں یہ الفاظ ہیں: 'وَخَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِأَهْلِهِ' ''اور تم میں سب سے اچھے وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے اچھے ہیں''۔ بعض روایتوں، مثلاً سنن ترمذی، رقم ۱۱۶۲ میں ہے: 'وَخَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِنِسَائِهِمْ' ''اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے سب سے بہتر ہیں''۔ مسند احمد، رقم ۷۴۰۲ میں یہ الفاظ ہیں: 'وَخِیَارُهُمْ خِیَارُهُمْ لِنِسَائِهِمْ' ''اور اُن میں سب سے اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے سب سے اچھے ہیں''۔ جب کہ بعض روایات، مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۳۱۸ میں ہے: 'وَخِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَائِهِمْ' ''اور تم میں بہترین وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے بہترین ہیں''۔

۱۱۔ مستدرک حاکم، رقم ۸۶۲۳۔

۱۲۔ مسند احمد، رقم ۶۵۸۱ میں یہاں اِس سوال میں 'الْإِسْلَامِ' کے بجائے 'الْأَعْمَالِ' کا لفظ روایت ہوا ہے۔

۱۳۔ صحیح بخاری، رقم ۲۸۔ اِس کے راوی عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ اِس روایت کے مراجع یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۶۵۸۱۔ صحیح بخاری، رقم ۱۲، ۲۸، ۶۲۳۶۔ صحیح مسلم، رقم ۳۹۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۲۵۳۔ سنن ابی داؤد، رقم ۵۱۹۴۔ سنن نسائی، رقم ۵۰۰۰۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۰۵۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۴۹، ۱۴۷۳۲۔ مستخرج ابی نعیم، رقم ۱۵۵۔

المصادر والمراجع

ابن أبي أسامة، أبو محمد الحارث بن محمد بن داهر التميمي البغدادي . (١٤١٣هـ / ١٩٩٢م). **بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث** . ط١ . تحقيق: د. حسين أحمد صالح الباكري. المدينة المنورة: مركز خدمة السنة والسيرة النبوية.

ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد اللّٰه بن محمد العبسي. (١٤٠٩هـ). **المصنف فى الأحاديث والآثار**. ط١ . تحقيق: كمال يوسف الحوت. الرياض: مكتبة الرشد.

ابن حبان، أبو حاتم، محمد بن حبان البُستي. (١٣٩٣هـ/١٩٧٣م). **الثقات**. ط١ . حيدر آباد الدكن – الهند: دائرة المعارف العثمانية.

ابن حبان، أبو حاتم، محمد بن حبان البُستي. (١٤١٤هـ/١٩٩٣م). **صحيح ابن حبان**. ط٢ . تحقيق: شعيب الأرنؤوط. بيروت: مؤسسة الرسالة.

ابن حبان، أبو حاتم، محمد بن حبان البُستي. (١٣٩٦هـ). **المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين**. ط١ . تحقيق: محمود إبراهيم زايد. حلب: دار الوعي.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (١٤١٥هـ). **الإصابة في تمييز الصحابة**. ط١ . تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود وعلي محمد معوض. بيروت: دار الكتب العلمية.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (١٤٠٦هـ/١٩٨٦م). **تقريب التهذيب**. ط١ . تحقيق: محمد عوامة. سوريا: دار الرشيد.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (١٤٠٤هـ/١٩٨٤م). **تهذيب التهذيب**. ط١ . بيروت: دار الفكر.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (٢٠٠٢م). **لسان الميزان**. ط١ . تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. د.م: دار البشائر الإسلامية.

ابن ماجه، أبو عبد اللّٰه، محمد القزويني. (د.ت). **سنن ابن ماجه**. تحقيق: محمد فؤاد عبد

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

الباقي د.م: دار إحياء الكتب العربية.

ابن وهب، أبو محمد،عبد اللّٰه بن وهب بن مسلم المصري القرشي.(١٤٢٥هـ/ ٢٠٠٥م).
الجامع. ط١. تحقيق: الدكتور رفعت فوزي عبد المطلب، والدكتور علي عبد الباسط مزيد. د.م: دار الوفاء.

أبو داؤد، سليمان بن الأشعث، السِّجِسُتاني. (د.ت). **السنن**. د.ط.تحقيق: محمد محيي الدين عبد الحميد. بيروت: المكتبة العصرية.

أبو عوانة، الإسفراييني، يعقوب بن إسحاق النيسابوري. (١٤١٩هـ/١٩٩٨م). **مستخرج أبي عوانة**. ط١. تحقيق: أيمن بن عارف الدمشقي. بيروت: دار المعرفة.

أبو نعيم، أحمد بن عبد اللّٰه، الأصبهاني. (١٤١٧هـ/١٩٩٦م). **المسند المستخرج على صحيح مسلم**. ط١. تحقيق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي. بيروت: دار الكتب العلمية.

أبو يعلى، أحمد بن علي، التميمي، الموصلي. **المسند**. ط١. (١٤٠٤هـ/ ١٩٨٤م). تحقيق: حسين سليم أسد. دمشق: دار المأمون للتراث.

أحمد بن محمد بن حنبل، أبو عبد اللّٰه، الشيباني. (١٤٢١هـ/٢٠٠١م). **المسند**. ط١. تحقيق: شعيب الأرنؤوط، وعادل مرشد، وآخرون. بيروت: مؤسسة الرسالة.

البخاري، محمد بن إسماعيل، أبو عبداللّٰه الجعفي.(١٤٢٢هـ). **الجامع الصحيح**. ط١. تحقيق: محمد زهير بن ناصر الناصر. بيروت: دار طوق النجاة.

البزار، أبو بكر أحمد بن عمرو العتكي. (٢٠٠٩م). **المسند**. ط١. تحقيق: محفوظ الرحمٰن زين اللّٰه، وعادل بن سعد، وصبري عبد الخالق الشافعي. المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم.

البيهقي، أبو بكر، أحمد بن الحسين الخراساني. **السنن الكبرٰى**. ط٣. تحقيق: محمد عبد القادر عطا. بيروت: دار الكتب العلمية. (١٤٢٤هـ/٢٠٠٣م).

الترمذي، أبو عيسٰى،محمد بن عيسٰى.(١٣٩٥هـ/١٩٧٥م). **السنن**. ط٢. تحقيق و تعليق:

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

أحمد محمد شاكر، ومحمد فؤاد عبد الباقي، وإبراهيم عطوة عوض. مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفٰى البابي الحلبي.

الحاكم ، أبو عبد اللّٰه،محمد بن عبد اللّٰه النيسابوري. (١٤١١هـ/١٩٩٠م). **المستدرك على الصحيحين.** ط١. تحقيق: مصطفٰى عبد القادر عطا. بيروت: دار الكتب العلمية.

الحميدي، أبو بكر، عبد اللّٰه بن الزبير بن عيسٰى القرشي الأسدي.(١٩٩٦م). **مسند الحميدي.** ط١. تحقيق وتخريج: حسن سليم أسد الدَّارَانيّ. دمشق: دار السقا.

الدارمي، أبو محمد،عبد اللّٰه بن عبد الرحمٰن، التميمي. (١٤١٢هـ/٢٠٠٠م). **السنن.** ط١. تحقيق: حسين سليم أسد الداراني. الرياض: دار المغني للنشر والتوزيع.

الذهبي، شمس الدين،أبو عبد اللّٰه محمد بن أحمد. (١٣٨٧هـ/١٩٦٧م). **ديوان الضعفاء والمتروكين وخلق من المجهولين وثقات فيهم لين.** ط٢. تحقيق: حماد بن محمد الأنصاري. مكة: مكتبة النهضة الحديثة.

الذهبي، شمس الدين، أبو عبد اللّٰه محمد بن أحمد. (١٤٠٥هـ/١٩٨٥م). **سير أعلام النبلاء.** ط٣. تحقيق: مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرنؤوط. د.م: مؤسسة الرسالة.

السيوطي، جلال الدين، عبد الرحمٰن بن أبي بكر. (١٤١٦هـ/١٩٩٦م). **الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج.** ط١. تحقيق وتعليق: أبو اسحٰق الحويني الأثري. الخبر: دار ابن عفان للنشر والتوزيع.

الطبراني، أبو القاسم، سليمان بن أحمد الشامي. (د.ت). **المعجم الأوسط.** د.ط. تحقيق: طارق بن عوض اللّٰه بن محمد، عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني. القاهرة: دار الحرمين.

الطبراني، أبو القاسم، سليمان بن أحمد الشامي. (١٤٠٥هـ/١٩٨٥م). **المعجم الصغير.** ط١. تحقيق: محمد شكور محمود الحاج أمرير. بيروت: المكتب الإسلامي.

الطبراني، أبو القاسم، سليمان بن أحمد الشامي.(د.ت). **المعجم الكبير.** ط٢. تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. القاهرة: مكتبة ابن تيمية.

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

القضاعي، أبو عبد اللّٰه، محمد بن سلامة بن جعفر. (١٤٠٧هـ/ ١٩٨٦م). **مسند الشهاب**.

ط٢. تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. بيروت: مؤسسة الرسالة.

مسلم بن الحجاج، النيسابوري. (د.ت). **الجامع الصحيح**. د.ط. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

النسائي، أبو عبد الرحمٰن أحمد بن شعيب الخراساني. (١٤٠٦هـ/١٩٨٦م). **السنن الصغرٰى**.

ط٢. تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية.

النسائي، أبو عبد الرحمٰن أحمد بن شعيب الخراساني. (١٤٢١هـ/٢٠٠١م). **السنن الكبرٰى**.

ط١. تحقيق وتخريج: حسن عبد المنعم شلبي. بيروت: مؤسسة الرسالة.

النووي، يحيٰى بن شرف، أبو زكريا. (١٣٩٢هـ). **المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج**.

ط٢. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جاوید احمد غامدی

تحقیق و تخریج: محمد عامر گزدر

ایمان و اسلام کے منافی

(۱)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ:[۱] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيْسَ بِاللَّعَّانِ، وَلَا الطَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيْءِ''.

۲۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:[۲] ''لَا وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، لَا وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، لَا وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ''، قَالُوْا: وَمَنْ ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ''جَارٌ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ''، قِيلَ: وَمَا بَوَائِقُهُ؟ قَالَ: ''شَرُّهُ''.[۳]

۳۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:[۴] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مَا يُؤْمِنُ مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَجَارُهُ طَاوٍ إِلٰى جَنْبِهِ''.[۵]

۴۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:[۶] ''وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ[۷] [بِاللّٰهِ][۸] حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ[۹] [وَلِجَارِهِ][۱۰] مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ مِنَ الْخَيْرِ''.[۱۱]

٥۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:[١٢] ”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ[١٣] حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ، وَأَهْلِهِ،[١٤] وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ“.

٦۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:[١٥] ”مَنْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهِ، فَلَيْسَ مِنَّا“.[١٦]

٧۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:[١٧] ”مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا، وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا“.[١٨]

٨۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:[١٩] ”مَنْ خَبَّبَ خَادِمًا عَلٰى أَهْلِهِ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ أَفْسَدَ امْرَأَةً عَلٰى زَوْجِهَا فَلَيْسَ مِنَّا“.[٢٠]

٩۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:[٢١] ”مَنْ حَمَلَ[٢٢] عَلَيْنَا السِّلَاحَ[٢٣] فَلَيْسَ مِنَّا[٢٤] [وَلَا رَصَدَ بِطَرِيْقٍ]“.[٢٥]

١٠۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ:[٢٦] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ وَشَرِبَ فِي الْفِضَّةِ فَلَيْسَ مِنَّا“.

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

١۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان نہ دوسروں کو لعن طعن کرنے والا ہوتا ہے، نہ بد خلق اور نہ فحش گوئی کرنے والا۔[١]

٢۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم، مومن نہیں ہوسکتا۔[٢] نہیں، خدا کی قسم، مومن نہیں ہوسکتا۔ نہیں، خدا کی قسم، مومن نہیں ہوسکتا۔ لوگوں نے پوچھا: کون، یا رسول اللہ؟ فرمایا: وہ جس کے ہم سایے اُس کے 'بوائق' سے محفوظ نہ ہوں۔ پوچھا گیا: یہ

'بوائق' کیا ہیں؟ فرمایا: اُس کا شر۔

۳۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان نہیں لایا وہ شخص جو پیٹ بھر کر سوئے اور اُس کا ہم سایہ اُس کے پہلو میں بھوکا ہو۔[۳]

۴۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، تم میں سے کوئی اللہ کا سچا ماننے والا نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے بھائی اور اپنے پڑوسی کے لیے وہی بھلائی نہ چاہے، جو اپنے لیے چاہتا ہے۔[۴]

۵۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی سچا مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اُسے اُس کے مال، اہل وعیال اور دوسرے سب لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہوجاؤں۔[۵]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۶۔زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی مونچھیں نہیں ترشوائیں، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[۶]

۷۔عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کی اور بڑوں کا حق نہیں پہچانا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۸۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی خادم کو اُس کے گھر والوں سے بگاڑ دیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جس نے کسی عورت کو اُس کے شوہر سے بگاڑ دیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[۷]

۹۔ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اُٹھائے،[۸] وہ ہم میں سے نہیں ہے اور وہ بھی جو رہزنی کے لیے گھات لگا کر بیٹھے۔

۱۰۔ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ریشم پہنا اور چاندی کے برتنوں میں پانی پیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[۹]

ترجمے کے حواشی

۱۔ اسلام کا مقصد ہی تطہیر اخلاق ہے۔ اُس میں داخل ہونے کے بعد بھی کوئی شخص اگر دوسروں کو لعن طعن کرتا ہے یا بدخلق اور فحش گو ہے تو اِس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ درحقیقت اسلام میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اُس کے لیے اسلام محض ایک نام ہے جو اُس نے اپنے لیے اختیار کر لیا ہے۔

۲۔ یعنی مومن ہو کر وہ رویہ اختیار نہیں کر سکتا جو آگے بیان ہوا ہے، اِس لیے کہ ایمان و اسلام کی حقیقت ہی تواضع اور فروتنی ہے۔ اِس کے ساتھ کسی شخص سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ دوسروں کے لیے باعث آزار ہو گا۔

۳۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ مسلمان ہو گیا ہے، لیکن حقیقت میں ایمان نہیں لایا، اِس لیے کہ ایمان کے بعد دوسروں کی بھوک، پیاس اور تکلیف اور مصیبت کا جو احساس ایک بندۂ مومن کو ہونا چاہیے، یہ اُس کے منافی ہے۔

۴۔ یہ جامع ترین تعبیر ہے جس نے تمام اخلاقیات کا احاطہ کر لیا ہے۔

۵۔ یہ چیز اُس وقت واضح ہوتی ہے، جب ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم یا آپ کی ہدایت ہو اور دوسری طرف مال و منال، اہل و عیال یا دوسرے متعلقین کی محبت کا کوئی مطالبہ سامنے آ جائے۔ آدمی اگر اُس وقت آپ کے حکم اور آپ کی ہدایت کو مقدم نہ رکھے تو اِس کے صاف معنی یہ ہوں گے کہ اُس کو آپ سے زیادہ یہ چیزیں محبوب ہیں۔ ایمان و اسلام کا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ یہ چیزیں محبوب نہ ہوں، بلکہ صرف یہ ہے کہ خدا کے رسول کے حکم اور آپ کی ہدایت سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

۶۔ یعنی اِس کا اہل نہیں ہے کہ اُسے مسلمان کہا جائے۔ یہ اِس لیے فرمایا ہے کہ آدمی اپنی مونچھیں ایک خاص حد سے زیادہ بڑھا لے تو اُس کی وضع متکبرین کی سی ہو جاتی ہے، جن سے ادنیٰ مشابہت بھی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ چنانچہ ایمان و اسلام کا یہ تقاضا قرآن میں ایک سے زیادہ مقامات پر بیان ہوا ہے کہ بندۂ مومن کو اپنے ظاہر و باطن، دونوں کے اعتبار سے متواضع ہونا چاہیے۔ اللہ کے پیغمبروں نے اِسی بنا پر اپنے ماننے والوں میں یہ چیز ایک سنت کے طور پر جاری کر دی ہے کہ وہ اپنی مونچھیں ہمیشہ پست رکھیں گے۔

۷۔ اِس لیے کہ گھر اور خاندان ہی تمدن کی بنیاد ہے۔ جو شخص اِس کی بربادی کے درپے ہوتا ہے، وہ درحقیقت اِس دنیا کے لیے خدا کی اسکیم کے خلاف بغاوت کا ارتکاب کرتا ہے جو کسی مسلمان سے متصور نہیں ہو سکتی۔

۸۔ یہ نظم اجتماعی کے خلاف خروج اور بغاوت کی تعبیر ہے۔ قرآن میں اِس کے لیے فساد فی الارض کی تعبیر اختیار کی گئی

ہے، جو ایک بدترین جرم ہے اور جس کی توقع کسی مسلمان سے نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ یہ معلوم ہے کہ اسلام میں کسی اچھے سے اچھے مقصد کے لیے بھی اِس کی اجازت نہیں دی گئی۔

۹۔ یہ، ظاہر ہے کہ دولت کی نمایش کے لیے کیا جاتا تھا۔ اللہ کے پیغمبر نے اِس کو بھی متکبرین کا طریقہ اور بنا بریں ایمان و اسلام کے منافی قرار دیا۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۳۹۴۸ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ الفاظ و تراکیب کے معمولی فرق کے ساتھ یہ جن مراجع میں نقل ہوئی ہے، وہ یہ ہیں: مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۰۳۳۸۔ مسند احمد، رقم ۳۸۳۹۔ سنن ترمذی، رقم ۱۹۷۷۔ مسند بزار، رقم ۱۵۲۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۳۲۰۷۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۳۶۹، ۵۳۷۹۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۱۸۱۴۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۰۴۸۳۔ مستدرک حاکم، رقم ۲۹، ۳۰۔ السنن الصغریٰ، بیہقی، رقم ۳۳۷۴، ۲۱۱۴۰۔ معرفۃ السنن والآثار، بیہقی، رقم ۲۰۲۱۸۔

۲۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۸۴۳۲ سے لیا گیا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ مضمون ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ الفاظ و اسلوب کے معمولی تفاوت کے ساتھ یہ روایت جن مراجع میں نقل ہوئی ہے، وہ یہ ہیں: مسند طیالسی، رقم ۱۴۳۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۴۲۲۔ مسند احمد، رقم ۷۸۶۵، ۷۸۷۸، ۱۶۳۷۲، ۲۷۱۶۲۔ صحیح بخاری، رقم ۶۰۱۶۔ مسند بزار، رقم ۸۵۱۳، ۸۵۱۵۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۴۸۷۔ مستدرک حاکم، رقم ۷۲۹۹، ۷۳۰۰۔

۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۴۲۲ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بات ان الفاظ میں روایت ہوئی ہے: 'مَا هُوَ بِمُؤْمِنٍ مَنْ لَمْ يَأْمَنْ جَارُهُ بَوَائِقَهُ' ''وہ شخص مومن نہیں ہے جس کا ہم سایہ اُس کے شر سے محفوظ نہیں''۔ مستدرک حاکم، رقم ۷۳۰۰ میں اُنھی سے یہ تعبیر بھی نقل ہوئی ہے: 'لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ غَوَائِلَهُ'۔ معنی کے لحاظ سے 'بَوَائِق' اور 'غَوَائِل' دونوں مترادف ہیں۔

۴۔ اِس روایت کا متن مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۰۳۵۹ سے لیا گیا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوئی ہے۔ اس کے مراجع یہ ہیں: مسند بزار، رقم ۷۴۲۹۔ المعجم الکبیر،

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

طبرانی، رقم ۱۲۷۵۱۔ مستدرک حاکم، رقم ۷۳۰۷۔ فوائد تمام، رقم ۱۲۶۲۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۹۶۶۸۔

۵۔ مستدرک حاکم، رقم ۷۳۰۷ میں اِس روایت کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں: 'لَيۡسَ الۡمُؤۡمِنُ الَّذِيۡ يَبِيۡتُ وَجَارُهُ إِلٰى جَنۡبِهِ جَائِعٌ' ''وہ شخص مومن نہیں ہے جو (اطمینان سے) سویا رہے، اور اُس کا ہم سایہ اُس کے پہلو میں بھوکا ہو''۔ فوائد تمام، رقم ۱۲۶۲ میں اس روایت کے جو الفاظ منقول ہیں، وہ یہ ہیں: 'لَيۡسَ الۡمُؤۡمِنُ الَّذِيۡ يَشۡبَعُ، وَجَارُهُ جَائِعٌ إِلٰى جَنۡبِهِ' ''وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود سیر ہو کر کھاتا ہے، جبکہ اُس کا ہم سایہ اُس کے پہلو میں بھوکا ہے''۔ مسند بزار، رقم ۷۴۲۹ میں انس بن مالک سے یہ روایت اِس طرح نقل ہوئی ہے: 'لَيۡسَ الۡمُؤۡمِنُ الَّذِيۡ يَبِيۡتُ شَبۡعَانَ وَجَارُهُ طَاوٍ' ''وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود سیر ہو کر سو جائے، دراں حالیکہ اُس کا ہم سایہ بھوکا ہو''۔ مستدرک حاکم، رقم ۷۳۰۸ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ 'لَا يَشۡبَعُ الرَّجُلُ دُوۡنَ جَارِهِ' ''ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ آدمی خود پیٹ بھر کر کھائے اور اپنے ہم سایے کا خیال نہ رکھے''۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۶۔ اِس روایت کا متن اصلاً سنن نسائی، رقم ۵۰۱۷ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ جن مصادر میں نقل ہوئی ہے، وہ یہ ہیں: مسند طیالسی، رقم ۲۱۱۶۔ مسند احمد، رقم ۱۲۸۰۱، ۱۳۱۴۶، ۱۳۶۲۹، ۱۳۸۷۴، ۱۳۸۷۵، ۱۴۰۸۲۔ سنن دارمی، رقم ۲۷۸۲۔ صحیح بخاری، رقم ۱۳۔ صحیح مسلم، رقم ۴۵۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۶۶۔ سنن ترمذی، رقم ۲۵۱۵۔ سنن نسائی، رقم ۵۰۱۶، ۵۰۱۷، ۵۰۳۹۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۲۸۸۷، ۲۹۵۰، ۲۹۶۷، ۳۰۸۱، ۳۱۵۱، ۳۱۸۲، ۳۱۸۳، ۳۲۵۷۔ مسند رویانی، رقم ۱۳۴۸۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۹۱-۹۳۔ صحیح ابن حبان، رقم ۲۳۴، ۲۳۵۔

۷۔ بعض روایات، مثلاً مسند احمد، رقم ۱۳۱۴۶ میں یہاں 'أَحَدُكُمۡ' ''تم میں سے کوئی'' کے بجاے 'عَبۡدٌ' ''کوئی بندہ'' کا لفظ ہے۔

۸۔ صحیح ابن حبان، رقم ۲۳۴۔

۹۔ بعض روایتوں، مثلاً مسند احمد، رقم ۱۳۸۷۵ میں یہاں 'لِأَخِيۡهِ' ''اپنے بھائی کے لیے'' کے بجاے 'لِلنَّاسِ' ''لوگوں کے لیے'' کے الفاظ منقول ہیں۔

۱۰۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۳۱۸۲۔

۱۱۔ بعض روایات، مثلاً صحیح ابن حبان، رقم ۲۳۵ میں آپ کا یہ ارشاد اِن الفاظ میں بھی نقل ہوا ہے: 'لَا يَبۡلُغُ عَبۡدٌ حَقِيۡقَةَ الۡإِيۡمَانِ حَتّٰى يُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا يُحِبُّ لِنَفۡسِهِ مِنَ الۡخَيۡرِ' ''کوئی بندہ ایمان کی حقیقت تک نہیں

پہنچ سکتا، جب تک کہ وہ لوگوں کے لیے ہر اُس بھلائی کو پسند نہ کرنے لگے، جس کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے''۔

۱۲۔ سنن نسائی، رقم ۵۰۱۴۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوئی ہے۔ اِس کے مراجع یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۱۲۸۱۴۔ سنن دارمی، رقم ۲۷۸۳۔ صحیح بخاری، رقم ۱۴، ۱۵۔ صحیح مسلم، رقم ۴۴۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۶۷۔ سنن نسائی، رقم ۵۰۱۳-۵۰۱۵۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۳۰۴۹، ۳۲۵۸، ۳۸۹۵۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۹۰۔ صحیح ابن حبان، رقم ۱۷۹، ۲۳۵۔

۱۳۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول بعض روایتوں، مثلاً سنن نسائی، رقم ۵۰۱۵ کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداے کلام میں یہاں اِن الفاظ میں قسم بھی کھائی تھی: 'وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ' ''اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے''۔ بعض روایات، مثلاً صحیح مسلم، رقم ۴۴ میں یہاں 'أَحَدُکُمْ' ''تم میں سے کوئی'' کے بجاے 'عَبْدٌ' ''کوئی بندہ'' کا لفظ نقل ہوا ہے۔

۱۴۔ بعض روایات، مثلاً صحیح مسلم، رقم ۴۴ میں یہاں 'أَھْلِہٖ' ''اپنے گھر والوں سے'' مقدم بیان ہوا ہے اور 'مَالِہٖ' ''اپنے مال سے'' موخر ہے۔ بعض روایتوں، مثلاً صحیح بخاری، رقم ۱۴ میں 'مِنْ مَالِہٖ، وَأَھْلِہٖ' ''اپنے مال اور اپنے گھر والوں سے'' کے بجاے 'مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ' ''اپنے باپ اور اپنے بیٹوں سے'' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ جبکہ بعض دوسری روایات، مثلاً صحیح مسلم، رقم ۴۴ میں 'وَلَدِہٖ' کی ترکیب 'وَالِدِہٖ' سے مقدم بیان ہوئی ہے۔

۱۵۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۱۹۲۷۳ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہیں۔ تعبیر کے معمولی فرق کے ساتھ یہ جن مصادر میں وارد ہوئی ہے، وہ یہ ہیں: مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۴۹۳۔ مسند احمد، رقم ۱۹۲۶۳۔ سنن ترمذی، رقم ۲۷۶۱۔ مسند بزار، رقم ۴۳۳۲۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۱۳، ۵۰۴۷۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۱۴، ۹۲۴۸۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۴۷۷۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۵۰۳۳، ۵۰۳۵۔

۱۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۴۹۳ میں آپ کا یہ ارشاد اِن الفاظ میں روایت ہوا ہے: 'لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَأْخُذْ مِنْ شَارِبِہٖ' ''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنی مونچھیں نہیں ترشوائیں''، جبکہ بعض روایات، مثلاً السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۰۴۷ میں یہاں 'مِنْ' کے حرف کے بغیر 'مَنْ لَمْ یَأْخُذْ شَارِبَہٗ' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔

۱۷۔ اِس روایت کا متن سنن ابی داؤد، رقم ۴۹۴۳ سے لیا گیا ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ روایت اسلوب کے معمولی فرق کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوئی ہے۔ اِس مضمون کی روایتوں کے مراجع یہ ہیں: مسند حمیدی، رقم ۵۹۷۔ مسند احمد، رقم ۶۷۳۳،

۶۹۳۵۔ الادب المفرد، بخاری، رقم ۳۵۳-۳۵۶، ۳۵۸، ۳۶۳۔ سنن ترمذی، رقم ۱۹۲۰۔ مستدرک حاکم، رقم ۲۰۹، ۳۵۳۷۔ معرفۃ السنن والآثار، بیہقی، رقم ۲۰۸۳۵، ۲۰۸۳۶۔

۱۸۔ بعض روایات، مثلاً مستدرک حاکم، رقم ۲۰۹ میں روایت کے آخر میں 'فَلَيْسَ مِنَّا' کے بجائے آغاز میں 'لَيْسَ مِنَّا' الفاظ بیان ہوئے ہیں۔ بعض روایتوں، مثلاً مسند احمد، رقم ۶۹۳۵ میں 'مَنْ لَمْ يَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا' مقدم بیان ہوا اور 'وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا' کے الفاظ موخر روایت ہوئے ہیں۔ سنن ترمذی، رقم ۱۹۲۰ میں یہاں 'وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا' کے بجائے 'وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيرِنَا' ''ہمارے بڑوں کے شرف کو نہیں جانا'' کے الفاظ آئے ہیں۔ الادب المفرد، بخاری، رقم ۳۵۶ میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے یہاں 'وَيُجِلَّ كَبِيرَنَا' ''ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کی'' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ جبکہ الادب المفرد، بخاری، رقم ۳۵۶ میں عبداللہ بن عمرو سے یہاں 'وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا' ''ہمارے بڑوں کی توقیر نہیں کی'' کے الفاظ منقول ہیں۔

۱۹۔ اِس روایت کا متن مسند اسحاق، رقم ۱۳۴ سے لیا گیا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ مضمون سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور بریدہ بن صہیب اسلمی رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوا ہے۔ اِس روایت کے مراجع یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۹۱۵۷۔ سنن ابی داؤد، رقم ۲۱۷۵، ۵۱۷۰۔ مسند بزار، رقم ۸۲۷۷، ۹۵۶۴، ۹۵۶۵۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۱۷۰۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۲۴۱۳۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۶۸، ۵۵۶۰، ۴۳۶۳۔ مستدرک حاکم، رقم ۲۷۹۵۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۵۸۱۳۔

۲۰۔ سنن ابی داؤد، رقم ۲۱۷۵ میں ہے: 'لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا، أَوْ عَبْدًا عَلَى سَيِّدِهِ' ''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے کسی خاتون کو اُس کے شوہر کے خلاف یا کسی غلام کو اُس کے آقا کے خلاف بھڑکایا''۔ مسند بزار، رقم ۸۲۷۷ میں یہاں 'عَبْدًا' کے بجائے 'مَمْلُوكًا' کا لفظ منقول ہے۔ معنی کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سنن ابی داؤد، رقم ۵۱۷۰ میں یہ الفاظ روایت ہوئے ہیں: 'مَنْ خَبَّبَ زَوْجَةَ امْرِءٍ، أَوْ مَمْلُوكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا' ''جس شخص نے کسی کی بیوی کو یا اُس کے مملوک کو اُس کے خلاف بھڑکایا، وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۱۷۰ میں ہے: 'مَنْ خَبَّبَ عَبْدًا عَلَى أَهْلِهِ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ أَفْسَدَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا فَلَيْسَ مِنَّا' ''جس نے کسی غلام کو اُس کے گھر والوں کے خلاف بھڑکایا، وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جس نے کسی خاتون کو اُس کے شوہر کے خلاف بھڑکایا، وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ جبکہ صحیح ابن حبان، رقم ۵۶۸ میں یہاں 'خَبَّبَ' کے بجائے 'خَبَّثَ' کا لفظ روایت ہوا ہے۔ معنی کے لحاظ سے یہاں یہ دونوں مترادف ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmedghamidi.com

۲۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً موطا مالک، رقم ۸۶۶ سے لیا گیا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ روایت کا یہ مضمون تعبیر واسلوب کے معمولی فرق کے ساتھ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سلمہ ابن اکوع اسلمی رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوا ہے۔ اِس کے مراجع یہ ہیں: مسند طیالسی، رقم ۱۹۳۷۔ مصنف عبدالرزاق، رقم ۱۸۶۸۰۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۸۹۲۷، ۲۸۹۳۰، ۲۸۹۳۱۔ مسند احمد، رقم ۴۴۶۷، ۴۶۴۹، ۵۱۴۹، ۶۲۷۷، ۶۳۸۱، ۶۷۲۴، ۶۷۴۲، ۸۳۵۹، ۹۳۹۶، ۱۶۵۰۰۔ سنن دارمی، رقم ۲۵۶۲، ۲۷۱۵۔ صحیح بخاری، رقم ۶۸۷۴، ۷۰۷۰، ۷۰۷۱۔ صحیح مسلم، رقم ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۲۵۷۵، ۲۵۷۶، ۲۵۷۷۔ سنن ترمذی، رقم ۱۴۵۹۔ مسند بزار، رقم ۳۱۷۴، ۵۴۹۳، ۸۳۵۵۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۳۵۴۹، ۴۱۰۰۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۸۲۷، ۷۲۹۲۔ مسند رویانی، رقم ۷۷۴۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰۔ صحیح ابن حبان، رقم ۴۵۸۸۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۶۲۴۱۔ مستخرج ابی نعیم، رقم ۲۸۰، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۵۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۵۸۵۵۔

۲۲۔ بعض روایات، مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۸۹۳۱ میں یہاں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے 'حَمَلَ' کے بجاے 'رَفَعَ' کا لفظ روایت ہوا ہے۔ معنی کے لحاظ سے اِن دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بعض روایتوں، مثلاً مسند احمد، رقم ۱۶۵۰۰ میں سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ سے 'سَلَّ' کا لفظ نقل ہوا ہے، جس کے معنی کسی کے سامنے ہتھیار نکالنے کے ہیں۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۲۵۷۷ میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے 'شَهَرَ' کا لفظ منقول ہے اور لغت کے اعتبار سے یہ بھی 'سَلَّ' کا مترادف ہے۔

۲۳۔ بعض روایات، مثلاً مسند احمد، رقم ۱۶۵۰۰ میں یہاں 'السِّلَاحَ' ''ہتھیار'' کے بجاے ''السَّيْفَ'' ''تلوار'' کا لفظ منقول ہے۔

۲۴۔ مسند احمد، رقم ۸۳۵۹ میں یہاں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے 'فَلَيْسَ مِنَّا' کے بجاے 'فَلَيْسَ مِنِّي' ''مجھ سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے'' کے الفاظ آئے ہیں۔ روایت میں جس اقدام کا ذکر ہے، وہ اگر دھوکے سے کیا جائے تو اُس کی شناعت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ مسند شہاب، رقم ۳۵۵ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات اِس طرح بھی بیان فرمائی ہے کہ: 'مَنْ رَمَانَا بِاللَّيْلِ فَلَيْسَ مِنَّا' ''جو ہم پر شب خون مارے، وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ یہ روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوئی ہے۔ اِس کے مراجع یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۸۲۷۰۔ الادب المفرد، بخاری، رقم ۱۲۷۹۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۹۳۴۰۔

۲۵۔ یہ اضافہ مسند احمد، رقم ۶۷۲۴ سے لیا گیا ہے، جس کے راوی عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں۔

۲۶۔ اِس روایت کا متن المعجم الصغیر، طبرانی، رقم ۶۹۸ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے یہ روایت طبرانی ہی کی المعجم الاوسط، رقم ۴۸۳۷، ۸۰۲۲ میں بھی نقل ہوئی ہے۔

المصادر والمراجع

ابن أبي شيبة، أبو بكر، عبد الله بن محمد العبسي. (١٤٠٩هـ). **المصنف فى الأحاديث والآثار**. ط١. تحقيق: كمال يوسف الحوت. الرياض: مكتبة الرشد.

ابن حبان، أبو حاتم، محمد بن حبان البُستي. (١٣٩٣هـ/١٩٧٣م). **الثقات**. ط١. حيدر آباد الدكن: دائرة المعارف العثمانية.

ابن حبان، أبو حاتم، محمد بن حبان البُستي. (١٤١٤هـ/١٩٩٣م). **صحيح ابن حبان**. ط٢. تحقيق: شعيب الأرنؤوط. بيروت: مؤسسة الرسالة.

ابن حبان، أبو حاتم، محمد بن حبان البُستي. (١٣٩٦هـ). **المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين**. ط١. تحقيق: محمود إبراهيم زايد. حلب: دار الوعي.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (١٤١٥هـ). **الإصابة في تمييز الصحابة**. ط١. تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود وعلي محمد معوض. بيروت: دار الكتب العلمية.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (١٤٠٦هـ/١٩٨٦م). **تقريب التهذيب**. ط١. تحقيق: محمد عوامة. سوريا: دار الرشيد.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (١٤٠٤هـ/١٩٨٤م). **تهذيب التهذيب**. ط١. بيروت: دار الفكر.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (٢٠٠٢م). **لسان الميزان**. ط١. تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. د.م: دار البشائر الإسلامية.

ابن راهويه، إسحاق بن إبراهيم بن مخلد بن إبراهيم الحنظلي المروزي. (١٤١٢هـ/ ١٩٩١م) **مسند إسحاق بن راهويه**. ط١. تحقيق: د. عبد الغفور بن عبد الحق البلوشي.

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

المدينة المنورة: مكتبة الإيمان.

ابن عبد البر، أبو عمر،يوسف بن عبد اللّٰه القرطبي. (١٤١٢هـ / ١٩٩٢م). **الاستيعاب في معرفة الأصحاب**. ط١. تحقيق: علي محمد البجاوي. بيروت: دار الجيل.

ابن عدي، عبد اللّٰه، أبو أحمد الجرجاني. (١٤١٨هـ/١٩٩٧م).**الكامل في ضعفاء الرجال**. ط١. تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود، وعلي محمد معوض. بيروت– لبنان: الكتب العلمية.

ابن ماجه، أبو عبد اللّٰه، محمد القزويني. (د.ت). **سنن ابن ماجه**. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي د.م: دار إحياء الكتب العربية.

أبو داؤد، سليمان بن الأشعث، السِّجِسْتاني. (د.ت). **سنن أبي داود**. د.ط.تحقيق: محمد محيي الدين عبد الحميد. بيروت: المكتبة العصرية.

أبو عوانة، الإسفراييني، يعقوب بن إسحاق النيسابوري. (١٤١٩هـ/١٩٩٨م). **مستخرج أبي عوانة**. ط١. تحقيق: أيمن بن عارف الدمشقي. بيروت: دار المعرفة.

أبو نعيم، أحمد بن عبد اللّٰه، الأصبهاني. (١٤١٧هـ/١٩٩٦م). **المسند المستخرج على صحيح مسلم**. ط١. تحقيق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي. بيروت: دار الكتب العلمية.

أبو يعلیٰ، أحمد بن علي، التميمي، الموصلي. (١٤٠٤هـ/ ١٩٨٤م). **مسند أبي يعلیٰ**. ط١. تحقيق: حسين سليم أسد. دمشق: دار المأمون للتراث.

أحمد بن محمد بن حنبل، أبو عبد اللّٰه، الشيباني. (١٤٢١هـ/٢٠٠١م). **المسند**. ط١. تحقيق: شعيب الأرنؤوط، وعادل مرشد، وآخرون. بيروت: مؤسسة الرسالة.

البخاري، محمد بن إسماعيل، أبو عبداللّٰه الجعفي. (١٤٠٩هـ/ ١٩٨٩م). **الأدب المفرد**. ط٣. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار البشائر الإسلامية.

البخاري، محمد بن إسماعيل، أبو عبداللّٰه الجعفي.(١٤٢٢هـ). **الجامع الصحيح**. ط١. تحقيق: محمد زهير بن ناصر الناصر. بيروت: دار طوق النجاة.

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

البزار، أبو بكر أحمد بن عمرو العتكي. (٢٠٠٩م). **مسند البزار**. ط١. تحقيق: محفوظ الرحمٰن زين اللّٰه، وعادل بن سعد، وصبري عبد الخالق الشافعي. المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم.

البيهقي، أبو بكر، أحمد بن الحسين الخراساني. (١٤١٠هـ/١٩٨٩م). **السنن الصغرىٰ**. ط١. تحقيق: عبد المعطي أمين قلعجي. كراتشي: جامعة الدراسات الإسلامية.

البيهقي، أبو بكر، أحمد بن الحسين الخراساني. (١٤٢٤هـ/٢٠٠٣م). **السنن الكبرىٰ**. ط٣. تحقيق: محمد عبد القادر عطا. بيروت: دار الكتب العلمية.

البيهقي، أبو بكر، أحمد بن الحسين الخراساني. (١٤١٢هـ/١٩٩١م). **معرفة السنن والآثار**. ط١. تحقيق: عبد المعطي أمين قلعجي. القاهرة: دار الوفاء.

الترمذي، أبو عيسىٰ، محمد بن عيسىٰ. (١٣٩٥هـ/١٩٧٥م). **سنن الترمذي**. ط٢. تحقيق و تعليق: أحمد محمد شاكر، ومحمد فؤاد عبد الباقي، وإبراهيم عطوة عوض. مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفىٰ البابي الحلبي.

تمام بن محمد، الرازي، البجلي، أبو القاسم. (١٤١٢هـ). **الفوائد**. ط١. تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. الرياض: مكتبة الرشد.

الحاكم، أبو عبد اللّٰه، محمد بن عبد اللّٰه النيسابوري. (١٤١١هـ/١٩٩٠م). **المستدرك على الصحيحين**. ط١. تحقيق: مصطفىٰ عبد القادر عطا. بيروت: دار الكتب العلمية.

الحميدي، أبو بكر، عبد اللّٰه بن الزبير بن عيسىٰ القرشي الأسدي. (١٩٩٦م). **مسند الحميدي**. ط١. تحقيق وتخريج: حسن سليم أسد الدَّارَانيّ. دمشق: دار السقا.

الدارمي، أبو محمد، عبد اللّٰه بن عبد الرحمٰن، التميمي. (١٤١٢هـ/٢٠٠٠م). **سنن الدارمي**. ط١. تحقيق: حسين سليم أسد الدَّارَاني. الرياض: دار المغنى للنشر والتوزيع.

الذهبي، شمس الدين أبو عبد اللّٰه محمد بن أحمد. (١٣٨٧هـ/١٩٦٧م). **ديوان الضعفاء والمتروكين وخلق من المجهولين وثقات فيهم لين**. ط٢. تحقيق: حماد بن محمد الأنصاري. مكة: مكتبة النهضة الحديثة.

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

الذهبي، شمس الدين، أبو عبد اللّٰه محمد بن أحمد.(١٤٠٥هـ/١٩٨٥م). **سير أعلام النبلاء.** ط٣. تحقيق: مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرنؤوط. د.م: مؤسسة الرسالة.

الذهبي، شمس الدين، أبو عبد اللّٰه محمد بن أحمد. (١٤١٣هـ/١٩٩٢م). **الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة.** ط١. تحقيق: محمد عوامة أحمد محمد نمر الخطيب. جدة: دار القبلة للثقافة الإسلامية – مؤسسة علوم القرآن.

الرُّوياني، أبو بكر محمد بن هارون. (١٤١٦هـ). **المسند.** ط١. تحقيق: أيمن علي أبو يماني. القاهرة: مؤسسة قرطبة.

السيوطي، جلال الدين، عبد الرحمٰن بن أبي بكر. (١٤١٦هـ/١٩٩٦م). **الديباج علي صحيح مسلم بن الحجاج.** ط١. تحقيق وتعليق: أبو اسحٰق الحويني الأثري. الخبر: دار ابن عفان للنشر والتوزيع.

الطبراني، أبو القاسم، سليمان بن أحمد الشامي. (د.ت). **المعجم الأوسط.** د.ط. تحقيق: طارق بن عوض اللّٰه بن محمد، عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني. القاهرة: دار الحرمين.

الطبراني، أبو القاسم، سليمان بن أحمد الشامي. (١٤٠٥هـ/١٩٨٥م). **المعجم الصغير.** ط١. تحقيق: محمد شكور محمود الحاج أمرير. بيروت: المكتب الإسلامي.

الطبراني، أبو القاسم، سليمان بن أحمد الشامي.(د.ت). **المعجم الكبير.** ط٢. تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. القاهرة: مكتبة ابن تيمية.

الطيالسي، أبو داؤد سليمان بن داؤد البصري. (١٤١٩هـ/١٩٩٩م). **مسند أبي داؤد الطيالسي.** ط١. تحقيق: الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي. مصر: دار هجر.

عبد الرزاق بن همام، أبو بكر، الحميري، الصنعاني. (١٤٠٣هـ). **المصنف.** ط٢. تحقيق: حبيب الرحمٰن الأعظمي. الهند: المجلس العلمي.

القضاعي، أبو عبد اللّٰه محمد بن سلامة بن جعفر.(١٤٠٧هـ/ ١٩٨٦م). **مسند الشهاب.** ط٢. تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. بيروت: مؤسسة الرسالة.

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مالك بن أنس بن مالك، الأصبحي، المدني. (د.ت). **موطأ مالك برواية محمد بن الحسن الشيباني**. ط٢. تعليق وتحقيق: عبد الوهاب عبد اللطيف. د.م: المكتبة العلمية.

مسلم بن الحجاج، النيسابوري. (د.ت). **الجامع الصحيح**. د.ط. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

النسائي، أبو عبد الرحمٰن أحمد بن شعيب الخراساني. (١٤٠٦هـ/١٩٨٦م). **السنن الصغرىٰ**. ط٢. تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية.

النسائي، أبو عبد الرحمٰن أحمد بن شعيب الخراساني. (١٤٢١هـ/٢٠٠١م). **السنن الكبرىٰ**. ط١. تحقيق وتخريج: حسن عبد المنعم شلبي. بيروت: مؤسسة الرسالة.

النووي، يحيىٰ بن شرف، أبو زكريا. (١٣٩٢هـ). **المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج**. ط٢. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

معز امجد
ترجمہ وتدوین: شاہد رضا

وراثت میں تحائف کی واپسی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قَالَ: بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَتْهُ إِمْرَأَةٌ، فَقَالَتْ: إِنِّيْ تَصَدَّقْتُ عَلٰى أُمِّيْ بِجَارِيَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ، قَالَ: فَقَالَ: وَجَبَ أَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيْرَاثُ. (مسلم، رقم ۱۱۴۹)

راوی (حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک خاتون آئیں اور عرض کیا: میں نے اپنی والدہ کو ایک لونڈی خیرات میں دی تھی، جبکہ وہ وفات پا چکی ہیں، (میراث کے متعلق اس لونڈی کی کیا حیثیت ہوگی)؟ راوی کہتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تمھارا ثواب ثابت ہو گیا اور وراثت (کا قانون) تجھے وہ لونڈی واپس لوٹا دے گا۔[1]

حاشیہ کی توضیح

۱۔ اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بہ یک وقت دو پہلوؤں کی وضاحت کرتا ہے:

اولاً، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی وضاحت فرما دی ہے کہ اگرچہ وہ لونڈی خاتون نے خیرات میں دی تھی،

مگر اب وہ لونڈی اس کی مرحومہ والدہ کی ملکیت بن چکی ہے، اس لیے قانون میراث کی تنفیذ کی صورت میں وہ لونڈی اس کے مالک اول کو واپس تفویض ہوگی۔ یہ حقیقت کہ وہ لونڈی اس کے مالک اول کی جانب سے خیرات میں دی گئی تھی، قانون وراثت کی تنفیذ میں مانع نہیں ہے۔

ثانیاً، کسی شخص کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ لونڈی کو اس کے اصل مالک کو تفویض کرنا، اسے خیرات کے اجر عظیم سے محروم کرسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس الجھن کو اس تاکید کے ساتھ رفع فرما دیا ہے کہ قانون وراثت کے نفاذ کے سبب سے اگرچہ آدمی کو وہ صدقہ کی ہوئی شے دوبارہ حاصل ہو جائے، وہ اپنے صدقہ کرنے کے عمل کا اجر کامل حاصل کرے گا۔

متون

اپنی اصل کے اعتبار سے یہ روایت مسلم، رقم ۱۱۴۹ میں روایت کی گئی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بعض اختلافات کے ساتھ یہ روایت مسلم، رقم ۱۱۴۹ب، ۱۱۴۹ج، ۱۱۴۹د، ۱۱۴۹ه؛ ابوداؤد، رقم ۱۶۵۶، ۲۸۷۷، ۳۳۰۹؛ ترمذی، رقم ۶۶۷؛ ابن ماجہ، رقم ۲۳۹۴-۲۳۹۵؛ احمد، رقم ۲۳۰۰۶، ۲۳۰۸۲؛ بیہقی، رقم ۲۴۷۴، ۸۰۲۰، ۸۴۵۳-۸۴۵۴، ۱۹۹۳۵؛ ابن خزیمہ، رقم ۲۴۶۵؛ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۴۷۵۸، ۶۳۱۴-۶۳۱۷، ۶۳۲۰؛ ابن ابی شیبہ، رقم ۱۲۰۸۷، ۲۰۹۹۹ اور عبدالرزاق، رقم ۱۶۵۸۷ میں روایت کی گئی ہے۔

بعض روایات، مثلاً ابن ماجہ، رقم ۲۳۹۵ میں اسی طرح کا سوال روایت کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لونڈی کے بجاے ایک قطعۂ اراضی کے بارے میں دریافت کیا گیا۔

بعض روایات، مثلاً ابوداؤد، رقم ۱۶۵۶ میں 'وجب أجرك' (تمھارا ثواب ثابت ہوگیا) کے الفاظ کے بجاے ان کے ہم معنی الفاظ 'قد وجب أجرك' (تمھارا ثواب ثابت ہوگیا ہے) روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۰۰۶ میں یہ الفاظ 'قد آجرك الله' (اللہ تعالیٰ نے تمھیں اجر دے دیا ہے) روایت کیے گئے ہیں؛ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۶۳۱۶ میں یہ الفاظ 'قد آجرك' (اس نے تمھیں اجر دے دیا ہے) روایت کیے گئے ہیں؛ عبدالرزاق، رقم ۱۶۵۸۷ میں یہ الفاظ 'لك أجرك' (تمھارے لیے تمھارا اجر ہے) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً ابوداؤد، رقم ۱۶۵۶ میں 'وردها عليك الميراث' (وراثت (کا قانون) تجھے وہ لونڈی واپس لوٹا دے گا) کے الفاظ کے بجاے ان کے ہم معنی الفاظ 'ورجعت إليك في الميراث' (اور وہ لونڈی تمھاری طرف وراثت میں لوٹ آئے گی) روایت کیے گئے ہیں؛ ابن ماجہ، رقم ۲۳۹۴ میں یہ الفاظ 'ورد عليك الميراث'

(وراثت (کا قانون) تجھے وہ لونڈی واپس لوٹا دے گا) روایت کیے گئے ہیں؛ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۶۳۱۴ میں یہ الفاظ 'ورد علیك في المیراث' (وراثت میں یہ تجھے واپس لوٹا دی جائے گی) روایت کیے گئے ہیں؛ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۶۳۲۰ میں یہ الفاظ 'ورجع إلیك مالك' (اور تمھارا مال تمھارے پاس لوٹ آئے گا) روایت کیے گئے ہیں؛ ابن خزیمہ، رقم ۲۴۶۵ میں یہ الفاظ 'ورجع إلیك ملكك' (اور تمھاری ملکیت تمھارے پاس لوٹ آئے گی) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۱۴۹ میں یہ روایت درج ذیل الفاظ میں روایت کی گئی ہے:

أنا جالس عند رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذ أتته إمرأة، فقالت: إني تصدقت علی أمي بجاریة وإنها ماتت، قال: فقال: وجب أجرك وردها علیك المیراث، قالت: یا رسول اللّٰه، إنه کان علیها صوم شهر أفأصوم عنها؟ قال: صومي عنها، قالت: إنها لم تحج قط أفأحج عنها؟ قال: حجي عنها.

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک خاتون آئیں اور عرض کیا: میں نے اپنی والدہ کو ایک لونڈی خیرات میں دی تھی، جبکہ وہ وفات پا چکی ہیں، (میراث کے متعلق اس لونڈی کی کیا حیثیت ہوگی)؟ راوی کہتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تمھارا ثواب ثابت ہو گیا اور وراثت (کا قانون) تجھے وہ لونڈی واپس لوٹا دے گا، اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، میری ماں پر ایک ماہ کے روزے (قضاء) تھے، کیا میں اس کی جانب سے روزے رکھ سکتی ہوں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ہاں، اس کی جانب سے روزے رکھو۔ اس نے عرض کیا کہ میری ماں نے کبھی حج نہیں کیا تھا تو کیا میں اس کی طرف سے حج ادا کر سکتی ہوں؟ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اس کی طرف سے حج بھی ادا کرو۔''

مذکورہ تمام سوالات، جو کہ ایک دوسرے سے متعلق ہیں، کو بہ نظر غائر دیکھا جائے تو بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعے کے راویوں نے دو یا زیادہ مختلف واقعات کو ایک ہی روایت میں جمع کر دیا ہے۔ اس روایت کے آخری حصے میں پائے جانے والے متن کے اختلافات کا تذکرہ گذشتہ مضامین میں کیا جا چکا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

محمد وسیم اختر مفتی

حضرت مالک بن زمعہ رضی اللہ عنہ

حضرت مالک بن زمعہ کے دادا کا نام قیس بن عبدشمس تھا۔ وہ اپنے آٹھویں جد عامر بن لؤی کی نسبت سے قرشی عامری کہلاتے ہیں۔ نویں جد لؤی بن غالب پر حضرت مالک کا سلسلۂ نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ مبارکہ سے جا ملتا ہے۔ لؤی آپ کے بھی نویں جد تھے۔ ام المومنین سودہ بنت زمعہ حضرت مالک کی بہن تھیں۔ حضرت مالک کی اہلیہ حضرت عمرہ (یا عمیرہ) بنت سعدی بھی بنوعامر بن لؤی سے تعلق رکھتی تھیں۔ عمرہ کے دادا وقدان بن عبدشمس حضرت مالک کے دادا قیس بن عبدشمس کے سگے بھائی تھے۔

بعثت کے بعد تین سال تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کار نبوت مخفی طور پر سر انجام دیتے رہے۔ اس دوران میں سیدنا ابوبکر نے بھی اپنے حلقۂ احباب میں دین حق کا چرچا کیا۔ پھر اللہ کی طرف سے فرمان نازل ہوا: 'فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ'، '(اے نبی)، آپ کو جو حکم نبوت ملا ہے، اسے ہانکے پکارے کہہ دیجیے۔' (الحجر ۱۵: ۹۴) تعمیل ارشاد میں آپ نے قرآن مجید کی تلاوت جہراً کرنا شروع کی اور اہل مکہ کو علانیہ اسلام کی طرف بلانے لگے۔ اہل ایمان کی تعداد بڑھنے لگی اور وادئ غیر ذی زرع میں اسلام کا پیغام عام ہو گیا۔ تازہ واردان دین حنیف میں نوجوانوں، غربا اور غلاموں کی اکثریت تھی۔ ان کے ایمان لانے پر مکہ کے مشرکوں کو اپنی پیشوائی اور اپنے بتوں کی خدائی خطرے میں نظر آنے لگی۔ انھوں نے ان نومسلم کمزوروں اور غلاموں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیے۔ ۵ / نبوی میں یہ سلسلہ عروج کو پہنچ گیا تو آپ نے اپنے صحابہ کو حکم فرمایا: ''تم اللہ کی سرزمین میں بکھر جاؤ۔'' پوچھا: ''یا رسول اللہ، ہم کہاں جائیں؟'' آپ نے حبشہ کا نام لے کر فرمایا: ''وہاں ایسا بادشاہ حکمران ہے جس کی سلطنت میں ظلم نہیں کیا جاتا۔ تم

وہاں رہنا جب تک اللہ تمھاری سختیوں سے کشادگی کی راہ نکال نہیں دیتا۔'' چنانچہ نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں سب سے پہلے سولہ اہل ایمان کشتی کے ذریعہ حبشہ روانہ ہوئے۔ یہ تاریخ اسلامی کی پہلی ہجرت تھی۔

شوال ۵ر نبوی میں قریش کے قبول اسلام کرنے کی افواہ حبشہ میں موجود مسلمانوں تک پہنچی تو ان میں سے کچھ یہ کہہ کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے کہ ہمارے کنبے ہی ہمیں زیادہ محبوب ہیں۔ ابن جوزی کے بیان کے مطابق مکہ کے قریب پہنچ کر انھیں اس اطلاع کا غلط ہونا معلوم ہوا تو حضرت عبداللہ بن مسعود کے سوا سب حبشہ واپس ہو لیے، جبکہ حضرت ابن سعد کا کہنا ہے کہ یہ مکہ میں داخل ہوئے اور جب قوم کی طرف سے اذیت رسانی کا سلسلہ زیادہ شدت کے ساتھ دوبارہ شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بار دگر حبشہ جانے کی اجازت دے دی۔ ان کے ساتھ کئی دیگر مسلمان بھی جانے کو تیار ہو گئے۔ اس ہجرت ثانیہ میں اڑتیس مرد، گیارہ عورتیں اور سات غیر قریشی اہل ایمان شریک ہوئے۔ حضرت مالک بن زمعہ اور ان کی اہلیہ حضرت عمرہ (ابن ہشام، عمیرہ: ابن سعد) بنت سعدی بھی ان میں شامل تھے۔ حضرت مالک کے قبیلہ بنو عامر بن لؤی سے تعلق رکھنے والے دوسرے مہاجرین کے نام یہ ہیں: حضرت ابوسبرہ بن ابورھم، ان کی اہلیہ حضرت ام کلثوم بنت سہیل، حضرت عبداللہ بن مخرمہ، حضرت عبداللہ بن سہیل، حضرت سلیط بن عمرو، ان کے بھائی سکران حضرت بن عمرو، ان کی اہلیہ حضرت سودہ بنت زمعہ اور حضرت ابوحاطب بن عمرو۔ بنو عامر کے حلیف سعد بن خولہ نے بھی ہجرت میں اپنے اہل قبیلہ کا ساتھ دیا۔ حضرت ابوسبرہ، ان کی اہلیہ حضرت ام کلثوم اور حضرت ابوحاطب بن عمرو حضرت مالک بن زمعہ کے ہجرت کرنے سے پہلے حضرت عثمان بن عفان کی قیادت میں حبشہ جانے والے قافلۂ اولین میں شامل ہو چکے تھے، جبکہ حضرت مالک اور ان کی زوجہ حضرت عمرہ حضرت جعفر بن ابوطالب کی قیادت میں حبشہ گئے اور ۷ھ میں انھی کی معیت میں مدینہ لوٹے۔ ابن اسحاق نے کل مہاجرین حبشہ کی تعداد تراسی بتائی ہے، جبکہ ابن جوزی کا بیان کردہ عدد ایک سو چھ تک پہنچتا ہے۔

ابن ہشام نے ''السیرۃ النبویۃ'' میں بروایۃ ابن اسحاق مہاجرین حبشہ کے مدینہ وارد ہونے کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ فتح خیبر کے موقع پر جب مہاجرین کا بائیس رکنی قافلہ پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے اور فرمایا: معلوم نہیں، میں کس امر سے زیادہ خوش ہوا ہوں، خیبر کی فتح حاصل ہونے سے یا جعفر کی آمد سے؟ ابن اسحاق نے جعفر بن ابوطالب کے ہمراہ کشتیوں میں سوار ہو کر 'بولا' کے ساحل پر پہنچنے والے صحابہ میں قبیلۂ بنو عامر بن لؤی کے صرف تین افراد کی شمولیت کا ذکر کیا ہے: حضرت ابوحاطب بن عمرو، حضرت مالک اور ان کی زوجہ حضرت عمرہ بنت سعدی۔ اس فہرست میں انھوں نے حضرت مالک بن زمعہ کے بجائے حضرت مالک بن ربیعہ بن قیس بن عبدشمس

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کا نام درج کیا، حالاں کہ وہ خود اس سے قبل حبشہ جانے والے مہاجرین کی فہرست بیان کرتے ہوئے حضرت مالک بن زمعہ لکھ چکے تھے، ابن کثیر نے ''البدایۃ والنہایۃ'' میں یہی فرق برقرار رکھا۔ والد کا نام مختلف ہونے کے علاوہ سلسلۂ نسب وہی ہے جو حضرت مالک بن زمعہ کا ہے، اہلیہ بھی وہی حضرت عمرہ بنت سعدی ہیں۔ ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ کی اسی روایت کی وجہ سے ابن فتحون نے حضرت مالک بن زمعہ کو مہاجرین حبشہ میں شامل کرنا صاحب 'الاستیعاب' ابن عبدالبر کا وہم قرار دیا۔ ابن حجر نے یہ قول نقل کرنے کے بعد اسے لائق ترجیح نہیں سمجھا۔ ابن کثیر نے عازمین حبشہ کی فہرس بیان کرتے ہوئے ''البدایۃ والنہایۃ'' میں حضرت مالک بن زمعہ، جبکہ اپنی ''السیرۃ النبویۃ'' میں مالک بن ربیعہ کا نام شامل کیا۔ انھوں نے ابن ہشام کی ''السیرۃ النبویۃ'' میں موجود حبشہ ہجرت کرنے والوں اور وہاں سے مدینہ لوٹنے والوں کی فہارس کے تضاد کو تو دور کر دیا، تاہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مالک بن ربیعہ نام کے صحابی کون ہیں؟ معرفۃ الصحابہ کی کتب میں اس نام کے حامل دو اصحاب رسول کا ذکر کیا گیا ہے، بنوخزرج کی شاخ بنوساعدہ سے تعلق رکھنے والے حضرت مالک بن ربیعہ انصاری جو ابواسید ساعدی کی کنیت سے معروف ہیں اور حضرت مالک بن ربیعہ سلولی۔ ان دونوں صحابہ کا نسب ہی فرق ہے اور ان کا ہجرت حبشہ سے دور دور کا تعلق نہیں۔ اس لیے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ زمعہ کے بجائے ربیعہ لکھنا ابن اسحاق کا تسامح ہے جو ابن ہشام اور ابن کثیر کی کتب میں بھی در آیا۔ علم تاریخ میں قیاس کے گھوڑے نہیں دوڑائے جاتے پھر بھی ممکن ہے کہ ربیعہ اور زمعہ ایک ہی شخصیت ہو، ایک ان کا نام اور دوسرا لقب ہو۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

افسوس ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں، جبکہ ابتلاؤں اور آزمایشوں کا دور دورہ تھا، ایمان لانے والے صحابی حضرت مالک بن زمعہ کی مدنی زندگی اور ان کی تاریخ وفات کے بارے میں ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملتی۔

حضرت مالک بن زمعہ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

حضرت عبد بن زمعہ اور عبدالرحمٰن بن زمعہ مالک کے بھائی تھے۔ حضرت عبد کی والدہ عاتکہ بنت احنف بھی بنو عامر بن لؤی سے تعلق رکھتی تھیں، جبکہ عبدالرحمٰن نے زمعہ کی یمنی باندی کی کوکھ سے جنم لیا۔ عبدالرحمٰن بن زمعہ ہی تھے جن کی ولدیت کے بارے میں فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد بن زمعہ کے درمیان نزاع ہوا۔ حضرت سعد کے بھائی حضرت عتبہ بن وقاص نے انھیں کہہ رکھا تھا، زمعہ کی یمانی کنیز کا بیٹا تم لے لینا، کیونکہ وہ میری اولاد ہے۔ مکہ فتح ہوا تو حضرت سعد اس بچے کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے، حضرت عبد بن زمعہ بھی ساتھ تھے۔ حضرت سعد نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے، حضرت عبد نے اصرار کیا، یہ میرا بھائی ہے،

کیونکہ میرے باپ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ آپ نے بچے کو بغور دیکھا، وہ عتبہ سے گہری مشابہت رکھتا تھا، پھر بھی فرمایا: عبد بن زمعہ یہ تیرے پاس رہے گا، کیونکہ اس نے تیرے باپ کے بستر پر جنم لیا ہے۔ آپ نے یہ اصول بھی ارشاد کیا: 'الولد للفراش وللعاهر الحجر'، بچہ اسی کا ہو گا جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کو پتھر پڑیں گے۔ آپ نے ام المومنین سودہ بنت زمعہ کو اس کے سامنے جانے سے روک دیا، کیونکہ وہ بچے کی عتبہ سے مشابہت دیکھ کر جان سکتی تھیں کہ وہ ان کا بھائی نہیں۔ چنانچہ حضرت سودہ نے آخری دم تک اسے نہ دیکھا۔ (بخاری، رقم ۲۰۵۳، ۲۵۳۳) یہ بچہ حضرت عبدالرحمٰن بن زمعہ تھا، حضرت عبدالرحمٰن نے مدینہ ہجرت کی اور ان کی اولاد مدینہ ہی میں مقیم رہی۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (ابن اثیر)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

امام حمید الدین فراہی

قرآن قطعی الدلالت ہے

قرآن مجید بالکل قطعی الدلالت ہے۔ ہر آیت میں مختلف معانی کا احتمال محض ہمارے قلت علم وتدبر کا نتیجہ ہے۔ جن علما نے اپنی تفسیروں میں بہت سے اقوال نقل کر دیے ہیں، ان کا منشا یہ ہے کہ آیت کی تاویل میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کو ہمارے سامنے رکھ دیں۔ اس میں سے قول راجح کا انتخاب انھوں نے ہماری تمیز پر چھوڑا ہے۔ پس یہ بات جائز نہیں ہے کہ ہم بغیر کسی ترجیح وانتخاب کے تمام رطب ویابس یاد کر چھوڑیں۔ اور پھر حیرانی وسرگشتگی کی وادیوں میں ٹھوکریں کھاتے پھریں۔ مثال کے طور پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں بقرہ کی آیت ۱۹۱ کے تحت لفظ 'فتنۃ' کے معنی دیکھو۔ انھوں نے اس کے پانچ معانی بتائے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب صحیح نہیں ہیں۔ پس میں نے اپنی کتاب میں صرف وہی اقوال نقل کیے ہیں جو میری تحقیق پر صحیح اترے ہیں۔ اور یہی ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا ہے۔ اقوال کی کثرت تو ایک طالب کو بالکل حیران ودرماندہ کر دیتی ہے۔ بسا اوقات لوگ مجرد اقوال نقل کر دیتے ہیں، ان کے دلائل بیان نہیں کرتے۔ یہ ان اقوال کے کہنے والوں اور ان کے سننے والوں، دونوں پر نہایت کھلا ہوا ظلم ہے۔ میں نے آیات کے معانی تفسیر کی کتابوں سے نہیں لیے ہیں، بلکہ خود آیات پر ان کے سیاق وسباق اور ان کی مماثل آیات کی روشنی میں غور کیا ہے۔ اس طرح جب چند آیتوں کے معنی روشن ہو گئے ہیں، تب میں نے ''تفسیر رازی'' یا ''تفسیر طبری'' اٹھائی ہے۔ ان میں کبھی تو ایسا ہوا کہ کوئی قول سلف کا میرے موافق مل گیا، کبھی میں سلف کے قول کے بالکل قریب قریب پہنچ گیا اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ جو معنی میری سمجھ میں آئے تھے، ان سے مجھے رجوع کرنا پڑا۔ اور ایسا بھی بارہا ہوا کہ کوئی مشکل ایسی پیش آ گئی جس کے لیے مجھے عرصہ تک توقف کرنا پڑا۔ لیکن ہر حال میں اشکال وابہام کو میں نے اپنے علم وفہم کی کوتاہی اور غلط رایوں کی عامیانہ تقلید ہی پر محمول کیا۔

اگر تم کو اس بات پر تعجب ہو کہ ایک بالکل کھلی ہوئی اور واضح چیز میں ابہام واشکال کا کیا ذکر، تو اس کے معنی یہ ہیں

کہ اس کثافت پر تمھاری نظر نہیں ہے جس کی تہوں پر تہیں ہمارے اوپر اڑھا دی گئی ہیں۔ کتنے کھلے ہوئے حقائق ہیں جن میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لیکن جن طبیعتوں پر تاریکی چھائی ہوئی ہے، وہ ان کے دیدار سے محروم ہیں۔ وجود باری میں، اس کی وحدانیت و یکتائی میں، روح کی جسم پر حکومت میں، روز جزا میں، ایک صاحب بصیرت کے لیے کہاں شک کی گنجایش ہے؟ لیکن دیکھتے ہو کہ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو وجود باری اور توحید باری وغیرہ جیسے حقائق میں بھی شک کرتے ہیں، پھر دوسرے مسائل کا کیا ذکر۔ یہ بات بھولنی نہیں چاہیے کہ جس طرح حواس کو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں، اسی طرح عقل کو بھی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں اور جب وہ بیماریاں اس کو لاحق ہو جاتی ہیں تو واضح سے واضح حقیقت بھی اس کی سمجھ میں نہیں آتی، کیونکہ باتیں عقل و حواس کو تندرست فرض کر کے کہی جاتی ہیں تو جو عقل مبتلاے امراض ہو گی، وہ ان کو کیسے سمجھ سکتی ہے؟ سورج چمک رہا ہے، شکر میٹھی اور سفید ہے، ایک سلیم الحواس انسان ان باتوں میں ایک لمحہ کے لیے بھی شک نہیں کرے گا۔ لیکن کیا ایک اندھے، ایک احول اور ایک تپ زدہ کا بھی یہی حال ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ قبول رشد و ہدایت میں سب کا حال یکساں نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف کی نسبت فرمایا ہے: 'هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ' (یہ پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے)۔ دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا.

''جب تم قرآن سناتے ہو ہم تمھارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک کثیف پردہ ڈال دیتے ہیں۔'' (بنی اسرائیل ۱۷: ۴۵)

سقراط کا قول مشہور ہے کہ نفس کو تمام حقائق معلوم ہیں، لیکن اس پر نسیان طاری ہے۔ مولانا روم کا مقولہ ہے کہ اپنے نفس کی تاویل کرو، قرآن کی تاویل نہ کرو۔ خواجہ حافظ کا ارشاد ہے کہ سب سے بڑا حجاب تمھارا نفس ہے، اس کو دور کرو۔ ان باتوں کا کیا مطلب ہے؟ بہرحال ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ قرآن نے اداے مطلب کے لیے وہی اسلوب اختیار کیے ہیں جو سب سے زیادہ واضح، سب سے زیادہ اقرب اور سب سے زیادہ خوب صورت تھے اور جہاں کہیں کسی اسلوب میں کوئی تصرف کیا ہے تو کسی اہم فائدہ کے لیے کیا ہے۔ ہم ایک علیحدہ مقدمہ میں اس پر بحث کریں گے اور وہاں تاویل کے وہ اصول بیان کریں گے جو مختلف اقوال کے احتمال کا سد باب کر دیں گے[1]۔ آیات متشابہات اور حروف مقطعات کے باب میں بھی ہمارا یہی مذہب ہے۔ وہ اپنی دلالت میں زیادہ سے زیادہ واضح ہیں۔ ہم ایک مستقل مقدمہ میں ان پر بھی گفتگو کریں گے۔

(مجموعہ تفاسیر فراہی ۴۴)

---

[1] اصول تاویل پر مولانا مرحوم کا ایک مستقل رسالہ ہے۔ اب تک اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔ (مترجم)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مولانا بدرالدین اصلاحی

حروف مقطعات

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حروف مقطعات کو مقطعات کیوں کہتے ہیں؟ چونکہ ان حرفوں کی قراءت عام حروف کے خلاف ہے، یعنی یہ حروف ہمیشہ الگ الگ کر کے ساکنۃ الاواخر پڑھے جاتے ہیں، مثلاً ’الٓمٓ‘ کو الف، لام، میم پڑھیں گے۔ اس لیے ان کو ’’مقطعات‘‘ کہا جاتا ہے۔

یہ حروف قرآن مجید میں جہاں جہاں آئے ہیں، سورتوں کے بالکل شروع میں آئے ہیں۔ ان کے مواقع پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حروف جن سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، ان سورتوں کے نام ہیں۔

قرآن مجید میں اکثر جگہ ان حرفوں کے بعد ’ذٰلِكَ‘ اور ’تِلْكَ‘ وغیرہ کے الفاظ ملتے ہیں۔ مثلاً سورۂ لقمان میں فرمایا گیا ہے:

الٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ. (۳۱:۱) ’’’الٓمّٓ‘ یہ کتاب حکیم کی آیتیں ہیں۔‘‘

سورۂ شعراء میں آیا ہے:

طٰسٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ. (۲۶:۱-۲) ’’’طٰسٓمّٓ‘ یہ کتاب مبین کی آیتیں ہیں۔‘‘

سورۂ حجر میں ہے:

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ. (۱۵:۱) ’’’الٓرٰ‘ یہ کتاب اور قرآن مبین کی آیتیں ہیں۔‘‘

سورۂ بقرہ میں ہے:

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ. (۱:۲) ’’الٓمٓ‘ یہ آسمانی کتاب ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔‘‘

اس قسم کی آیتیں قرآن مجید میں بہت ہیں۔

ان تمام آیتوں میں حروف مقطعات کے بعد ہی فرمایا گیا ہے کہ ’تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ‘ (یہ کتاب آسمانی کی آیتیں ہیں)، ’ذٰلِكَ الْكِتٰبُ‘ (یہ کتاب ہے)۔ اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ کون ہے؟ یہ تو معلوم ہے کہ قرآن نے ان تمام مقامات میں اسماء اشارہ میں سے صرف ’ذٰلِكَ‘ اور ’تِلْكَ‘ استعمال کیے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ ’ذٰلِكَ‘ اور ’تِلْكَ‘ عام طور پر ماسبق ہی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے خاص ہیں اور اہل نحو جو یہ کہتے ہیں کہ یہ اشارہ بعید کے لیے ہے تو اس سے ان کی مراد یہی ہوتی ہے۔ ارباب تفسیر جو ’ذٰلِكَ‘ کو ’هذا‘ کے معنی میں لیتے ہیں تو محض تقریب فہم کے لیے یہ کہتے ہیں، ورنہ مطلب ان کا بھی یہی ہوتا ہے۔ اس لیے انھی حروف مقطعات کو جو ان کے پہلے مذکور ہیں، ان اسماء اشارہ کا مشارٌ الیہ ماننا پڑے گا۔ اگر ان حرفوں کو مشارٌ الیہ نہ مانیے تو پھر ’ذٰلِكَ‘ کو ’هذا‘ کے معنی میں لینا پڑے گا۔ اور ان دونوں میں جو عظیم فرق ہے، وہ زبان کے جاننے والوں سے مخفی نہیں، خود قرآن مجید میں اس فرق کی متعدد واضح مثالیں موجود ہیں۔ پس جب یہی حروف ان اسماء اشارہ کے مشارٌ الیہ ہیں، تو پھر آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ یہ ’’(یعنی ’الٓمٓ‘) کتاب حکیم کی آیتیں ہیں‘‘۔ جس کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ سورہ جس کا نام ’الٓمٓ‘ ہے کتاب حکیم کی آیتیں ہیں۔

غور کیجیے، آیتوں کے سیاق اور لفظوں کے اشارہ سے یہ بات کس قدر واضح ہے کہ یہ حروف سورتوں کے نام ہیں۔

اس موقع پر ایک اہم مغالطہ کو رفع کر دینا ضروری ہے۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ جب یہ سورتوں کے نام ہیں تو ان کو قرآن سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ حروف گو سورتوں کے نام ہیں، لیکن پھر بھی من جملۂ قرآن ہیں، دو وجہوں سے، ایک تو یہ کہ جیسا اوپر گزر چکا، قرآن نے انھی حروف کو مشارٌ الیہ قرار دیا ہے۔ پس قرآن جب خود ان کی طرف اشارہ کر رہا ہے تو وہ حروف بھی قرآن ہی میں داخل ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ حروف بھی قرآن ہی کے ساتھ نازل ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کو کسی طرح ترک نہیں کیا جا سکتا۔ ’ما بين الدفتين‘ جو صحیفہ ہمارے پاس موجود ہے، وہ عہد رسالت سے حرف بہ حرف محفوظ و مصون چلا آتا ہے اور ہم کو اسی کی قراءت و تلاوت کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے ان حروف مقطعات کو کسی طرح بھی قرآن سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض سورتوں کے نام ایسے حروف سے رکھنا جن کے معنی عمیق و مستور ہیں، قرآن کے عربی مبین ہونے کے منافی ہے، لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ تمام حروف ہجا عربوں کو معلوم تھے اور ان کی عام بول چال

میں ان کا رواج تھا، اس لیے تمام مفرد اسماء سور، مثلاً صٓ، قٓ، نٓ عربی مبین کے حکم میں ہیں۔ باقی رہے مرکبات مثلاً 'حم'، 'الٓم'، 'المص'، 'حمعسق' تو جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ ان سورتوں کے نام ہیں جن کے شروع میں یہ واقع ہیں تب بھی عربی مبین کے حکم میں داخل ہو گئے، اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ اہل عرب ان کلمات سے بالکل ناواقف تھے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ عرب اس طرح کے مرکبات سے نام رکھتے تھے اور ان کے معنی بالکل ایسے مخصوص اصطلاحی قرار دے لیتے تھے جو ان کے مفردات سے نہیں سمجھے جا سکتے تھے۔ ان کے اشخاص، گھوڑوں، جھنڈوں، تلواروں کے اسماء میں اس کی مثالیں تلاش سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ اسماء اس وضع جدید کے لیے متعارف ہو جاتے تھے اور سامع ان کو سن کر ان سے اس جدید معنی کو سمجھ جاتا تھا۔ اس لیے یہ مرکب اسماء بھی عربی مبین کے حکم سے خارج نہیں ہوئے، لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی سورہ کا نام 'الٓمٓ' کسی کا 'الٓر'، کسی کا 'طٰسٓمٓ' کیوں رکھا گیا؟ ان ناموں میں اور ان سورتوں میں جن کے شروع میں یہ حروف آئے ہیں، کوئی معنوی ربط اور مناسبت بھی ہے یا نہیں؟

اگلے علما نے بھی اس حقیقت کے کھوج میں بڑی بڑی محنتیں کی ہیں اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے، اس بارے میں ان کے ۲۹ اقوال ہیں، لیکن ان تمام اقوال میں سے کسی قول میں بھی قرآن سے تمسک نہیں کیا گیا ہے، اس لیے ہم ان اقوال سے کوئی بحث نہیں کریں گے۔ قرآن کی روشنی میں ہم نے جو معنوی مناسبت سمجھی ہے، صرف اسی کے بیان پر اکتفا کریں گے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر اس حقیقت مستور کی طرف قرآن کے اشاروں کی روشنی رہنمائی نہ کرتی تو ہم اس بحث کو ہاتھ نہ لگاتے۔ 'اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡهَا بِقَبَسٍ' (طٰہٰ ۲۰: ۱۰)۔

عربوں کا یہ دستور تھا کہ جب وہ کسی چیز کا نیا نام رکھتے تو اس چیز کا خاص خیال رکھتے کہ اسم اپنے مسمیٰ کی مخصوص خصوصیات کا حامل ضرور ہو۔ عربوں کے القاب پر نگاہ ڈالو تو یہ حقیقت آسانی سے سمجھ میں آجائے گی 'اَلۡمَلِكُ الضِّلِّیۡلُ' امرء القیس کا لقب ہے۔ دیکھو، یہ مختصر لقب صاحب لقب کی مخصوص خصوصیات کا کس درجہ حامل ہے؟ اور ہونا بھی یہی چاہیے، کیونکہ 'اسم' دراصل 'وسم' سے مشتق ہے۔ پس اہمیت کے لیے وہی چیز صالح اور مناسب ہو سکتی ہے جو علامت کا کام دے سکے، اس لیے ضروری ہے کہ جب کسی چیز کا کوئی نام رکھا جائے تو اس میں اتنی صلاحیت تو ضرور ہو کہ اگر سب نہیں تو مسمیٰ کی بعض ابھری ہوئی اور نمایاں خصوصیتوں کو واضح کر سکے۔ قرآن مجید میں جو سورتوں کے نام رکھے گئے ہیں، ان میں اسی طرح کی کوئی نہ کوئی خصوصیت ہوتی ہے۔ ان ناموں سے کم از کم ان سورتوں کی کوئی نمایاں علامت ضرور سامنے آجاتی ہے۔ پس جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حروف مقطعات بھی سورتوں کے نام ہیں تو ضروری

ہے کہ یہ حروف بھی بامعانی ہوں اور ان حروف سے جو مرکبات بنائے گئے ہیں، وہ بھی عربی زبان کے عام مرکب ناموں کی طرح بامعانی ہوں۔

یہ معلوم ہے کہ قدیم عربی زبان میں ہندی اور انگریزی کی طرح حرفوں کے نام مجرد آوازوں کے نام نہیں تھے، بلکہ یہ نام درحقیقت چیزوں کے نام ہوتے تھے اور انھی کی شکلوں پر بنائے جاتے تھے۔ آج بھی باوجود یہ کہ زبان پر ہزاروں انقلابات آچکے ہیں اور بے شمار تبدیلیاں ہو چکی ہیں، بہت سے حروف انھی چیزوں کے ناموں کے لیے بولے جاتے ہیں اور کسی قدر انھی کی شکلوں میں لکھے بھی جاتے ہیں۔ عربی حروف کے ناموں کے اصل معانی کے بعض گوشے ظاہر ہو چکے ہیں۔ مثلاً الف اپنی اصل اور قدیم شکل میں گائے کے سر کی شکل کا ہوتا تھا اور 'الف' گائے کا نام تھا اور 'با' عبرانی زبان میں بیت کا نام تھا، جس کو عربی میں بیت کہتے ہیں اور جیم عبرانی میں جیمل کو کہتے تھے، جس کو عربی میں جمل کہتے ہیں۔ غور کرو 'ج' کی موجودہ شکل اونٹ کی بگڑی ہوئی صورت سے کس قدر ملتی جلتی ہے۔

ہم نے جس حقیقت کی طرف اوپر اشارہ کیا ہے، وہ نہایت معروف ہے۔ عربی کتابت کی تاریخ جاننے والے اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ موجودہ عربی حروف دراصل عبرانی حرفوں کی مہذب شکلیں ہیں اور عبرانی حروف عرب کے قدیم حرفوں سے ماخوذ تھے۔ اہرام مصر پر قبطیوں کی تمثالی کتابت کے جو کتبے آج بھی موجود ہیں، وہ تمام کے تمام قبطیوں نے عربوں ہی سے سیکھے تھے، لیکن چونکہ ایک چیز دوسرے قالب میں جا کر کچھ نہ کچھ ضرور بدل جاتی ہے، اس لیے عربوں کے تمثالی حروف جب قبطیوں کے ہاتھ میں پہنچے تو انھوں نے اپنے افکار و عوائد کے مطابق بہت کچھ ان میں تبدیلیاں کر دیں۔ اس طرح پر عرب قدیم کی تمثالی کتابت مشکوک و مشتبہ ہو کر رہ گئی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عربی حرفوں کے ناموں کے متعلق اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے، وہ کوئی افسانہ یا من گھڑت بات نہیں ہے۔ اگر غور کیجیے تو خود قرآن مجید بھی اس راز کی طرف رہنمائی کر رہا ہے۔ مثلاً دیکھیے قرآن مجید نے ایک سورہ کا نام نٓ رکھا ہے۔ ن ایک ایسا حرف ہے جو موجودہ عربی زبان میں بھی بامعنی سمجھا جاتا ہے۔ نونٓ کے معنی مچھلی کے ہیں اور جس سورہ کا یہ نام ہے، اس میں صرف یونس علیہ السلام کا تذکرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں یونس علیہ السلام کو 'صَاحِبُ الْحُوْتِ' (مچھلی والے) ہی کے نام سے یاد بھی فرمایا ہے۔ غور کرو! ان تمام باتوں میں ایک متوسم کے لیے سورہ کے وجۂ تسمیہ کو سمجھنے کے لیے کتنا واضح اشارہ موجود ہے۔ کیا کوئی اسم اس سے بھی زیادہ اپنے مسمیٰ کے ساتھ ربط اور مناسبت کا حامل ہو سکتا ہے؟

پس تفصیل بالا سے جب یہ ثابت ہو چکا کہ سورۂ نٓ کا نام ن حرف ن کی معنوی مناسبت کی بنا پر رکھا گیا ہے تو ہم کو

تسلیم کر لینا چاہیے کہ باقی اور سورتوں کے نام بھی جن کے نام حروف مقطعات پر رکھے گئے ہیں، ان حروف کے ابتدائی معانی کے مطابق اپنی اپنی سورتوں کے ساتھ معنوی مناسبت رکھتے ہوں گے۔اس لیے اب ہمارا فرض ہے کہ ہم خط تمثالی میں حرفوں کے جو معانی رہے ہوں، ان کا سراغ لگائیں۔اگر ہم کو یہ تمام معانی صحیح صحیح معلوم ہو جائیں تو حروف مقطعات کی اقرب الی الصحۃ تاویل متعین کی جا سکتی ہے۔ ہمارے اس خیال کی تائید ایک اور حرف سے بھی ہوتی ہے جس کو ہماری بولی میں 'طا' کہتے ہیں۔ ط کی صورت عبرانی زبان میں 6 ہے، اس کی ظاہری صورت عین اس کی معنوی حقیقت کے مطابق ہے۔عبرانی زبان میں ط کے معنی سانپ کے ہیں اور دیکھیے یہ حرف بنایا بھی گیا ہے بالکل سانپ ہی کی صورت پر۔حرف کی اس صورت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک سانپ ہے جو اپنے سر کو اٹھائے ہوئے کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔اب حرف کی اس حقیقت کو سامنے رکھ کر غور کیجیے تو سمجھ میں آتا ہے کہ جن سورتوں کے نام میں ط ہو گا، ان کو سانپ سے کسی نہ کسی طرح مناسبت ضرور ہو گی۔ اچھا آیئے قرآن مجید میں ان سورتوں کی تلاوت کریں جو ط سے شروع ہوتی ہیں اور دیکھیں کہ اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے یا نہیں؟ قرآن مجید میں ایک سورہ ہے جس کا نام ہے 'طٰهٰ'۔اس سورہ میں ابتدائی تمہید کے بعد ہی فوراً موسیٰ علیہ السلام کی حکایت اور ان کے عصا کے سانپ بن جانے کا معجزہ بیان فرمایا گیا ہے۔ دیکھیے اس سورہ میں سورہ کے نام اور اس کے مسمیٰ میں کتنی واضح معنوی مناسبت موجود ہے۔سورہ 'طٰهٰ' کے علاوہ اور دوسری سورتیں بھی جن کو اللہ تعالیٰ نے ط سے شروع فرمایا ہے۔ مثلاً 'طٰسٓمٓ'، 'طٰسٓ' اور 'طٰسٓمٓ' سب کی سب موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے شروع ہوتی ہیں اور سب میں ان کے عصا کے سانپ بن جانے کا تذکرہ صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ پھر اس نکتہ کو بھی سامنے رکھیے کہ ان چار سورتوں ('طٰهٰ'، 'طٰسٓمٓ'، 'طٰسٓ'، 'طٰسٓمٓ') کو جو ط سے شروع ہوتی ہیں، چھوڑ کر باقی تمام سورتوں کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ سورتیں تو ایسی ہیں جس میں سرے سے حضرت موسیٰ کا قصہ ہی مذکور نہیں ہے اور اکثر سورتیں ایسی ہیں جن میں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تو مذکور ہے، لیکن لٹھیا کے سانپ بننے کا واقعہ مذکور نہیں ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جن سورتوں میں لٹھیا کے سانپ بننے کا واقعہ مذکور تھا، وہی اس نام کی مستحق تھیں اور ط کا تسمیہ انھی سورتوں کو سزاوار تھا۔ پورے قرآن میں صرف سورۃ الاعراف ایک ایسی سورہ ہے جس نے عصا کے سانپ بننے کا معجزہ بھی بیان کیا ہے اور اس کے ابتدا میں ط بھی نہیں ہے، لیکن اس سے ہمارے نظریہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے۔اس سورہ کو امعان نظر سے پڑھو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ حضرات انبیا سابقین، حضرت نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب علیہم السلام کے قصوں کے سلسلہ میں تبعاً آ گیا ہے۔اسی وجہ سے اس سورہ کو ط سے نہیں شروع کیا گیا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ورنہ جن سورتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ کو بطور اصل کے بیان فرمایا گیا ہے، آپ نے دیکھا کہ ان تمام سورتوں کو ط سے شروع کیا گیا تھا۔ ط والی تمام سورتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے مخصوص ہیں۔ ان سورتوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے مخصوص قرار دینا تنہا ہمارا ہی خیال نہیں ہے۔ بعض علماے متقدمین نے بھی یہی سمجھا ہے۔ سخاوی کا قول ہے کہ سورۂ 'طٰہٰ' کا نام سورۂ کلیم ہے اور ہذلی نے بھی ''کامل'' میں اس سورہ کا نام سورۂ موسیٰ لکھا ہے۔

بہرحال ان تمام تفصیلات سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ جن سورتوں کے تہجی ناموں میں ط موجود ہے، ان کے ناموں میں اور مسمیٰ میں نہایت ہی گہری معنوی مناسبت ہے۔ اسی طرح دائرۂ فکر ونظر کو اگر اور وسیع کیجیے تو سمجھ میں آتا ہے کہ 'الٓمٓ' اور 'الٓرٰ' کی قسم کے ناموں میں بھی ان کی سورتوں کے ساتھ خاصی معنوی مناسبت پائی جاتی ہے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ خط تمثالی میں الف کی شکل گائے کے سر کی طرح ہوتی تھی۔ نیز یہ حرف ان کے نزدیک ''الٰہ واحد'' پر دلالت کرتا تھا۔ قرآن مجید کو گہری نظر سے مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ جن جن سورتوں کے نام کے شروع میں الف آیا ہے، ''ایمان باللہ'' ان کے اعظم مطالب میں سے ہے۔ اس لیے ان ناموں کے متعلق بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنے اپنے مسمیٰ سے گہرا ربط نہیں رکھتے ہیں۔

یہ چند مثالیں ہیں۔ اگر اسی طرح ہر حرف کے متعلق صحیح معلومات حاصل کی جا سکیں تو امید ہے کہ تمام حروف مقطعات کی مناسبت واضح ہو سکتی ہے، لیکن اس میں پوری کامیابی صرف اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی سے ہی ممکن ہے، مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کسی چیز سے ناواقفیت اس کے عدم کو مستلزم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز موجود ہو، مگر ہم اس سے واقف نہ ہوں پس تلاش جاری رہنی چاہیے اور خدا پر پورا بھروسا رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہر شکل میں مدد فرماتا ہے۔

(اکتوبر ۱۹۳۷ء، قرآنی مقالات ۱۱۸-۱۲۴)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جاوید احمد غامدی

○

یاد آتا ہے کبھی اُن کی جھلک دیکھی تھی
کوئی گزرا تھا کہ خوشبو کی لہک دیکھی تھی!

زلف لہرائی تھی ، عارض تھا ، جبیں تھی شاید
چاندنی اٹھتی ہوئی سوے فلک دیکھی تھی

کوئی چہرہ تھا ، اشارت کہ تخیل کا فسوں
رنگ دیکھے تھے کہ پھولوں کی مہک دیکھی تھی!

یہ بھی ہو سکتا ہے دیکھا ہو تبسم اُن کا
اتنا معلوم ہے غنچے کی چٹک دیکھی تھی

روشنی تھی تو کوئی چاند بھی نکلا ہو گا
اک خیال آیا تھا ، جگنو کی چمک دیکھی تھی

کوئی آواز تھی ، شعلہ تھا کہ پیراہن تھا
گل ہی دیکھا تھا کہ بلبل کی چہک دیکھی تھی!

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اب تو ہر سانس کی فرحت ہے یہی دردفراق
وہ بھی کیا دن تھے کہ جب اِس کی کسک دیکھی تھی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com